ستمبر 1994

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (القرآن الكريم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی ۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۵۴۷۷۰

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے ، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النّیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصُولِ رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطالعے ، نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوہَ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

(دلائِل السُّلوک)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ بمطابق 1994 شمارہ ۲

فہرست مضامین

ادارہ

تزکیہ کس لیے ———— ۴

عظمتِ نبوت ———— ۱۱

رکاوٹ ———— ۱۹

محاسبہ ———— ۲۶

جاء الحق ———— ۳۴

سوال و جواب

بدل اشتراک

تاحیات : ۲۰۰۰ روپے

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ : ۱۴۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ —— تاحیات

سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے ۳۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک : ——

۷۵ سعودی ریال ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ : ——

۲۰ سٹرلنگ پونڈ ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا : ——

۳۵ امریکن ڈالر ۲۰۰ امریکن ڈالر

پتہ : ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور فون : ۸۴۴۹۰۹

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق پرنٹرز انتخاب جدید پریس لاہور

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ
نشرو اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظرِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

اللہ کریم نے انسان کو تین باتوں سے نوازنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں کئی مرتبہ ان تین باتوں کو ہر بار یکجا کر کے فرمایا: تزکیہ علم اور حکمت WISDOM کسی فرد' قوم یا کم از کم اس قوم کے رہنماؤں کو تزکئے کے ساتھ علم نصیب ہو جائے تو اس فرد یا اس قوم کا کردار' ان کی سوچ و فکر اس حد تک بلند ہو جاتی ہے کہ اللہ کریم ان پر اپنے حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ تزکئے کے ساتھ علم کے صلے میں جو حکمت WISDOM نصیب ہوتی ہے تو یہ صلہ اتنا عظیم' اتنا بڑا ہے کہ جسے نصیب ہوتا ہے وہ دین اور دنیا دونوں کی عظمتوں کو پا لیتا ہے۔ وہ ایک فرد ہو تو انسانی عظمت کا مینار بن کر مخلوق خدا کو روشنی اور فیض پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ ایک قوم ہو تو اللہ کریم اسے سپرپاور کا مقام دے کر انسانیت کے لئے امن اور معاشی و روحانی خوشحالی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

علم کا مفہوم ہر کوئی سمجھتا ہے لیکن اللہ کریم نے تزکیہ اس کے ساتھ لازمی کر دیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں رکھ دیا کہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (العمران ۱۶۴) یوں اللہ کریم نے اپنے پیغمبرؐ کے ذریعے تزکئے کے ساتھ علم سکھانے کا عمل جاری کیا اور صلے کے طور پر حکمت WISDOM عطا کر کے انسان کو عظمت و بلندی تک لے گیا۔ حکمت WISDOM علم کے بغیر نصیب نہیں ہوتا اور علم بغیر تزکئے کے یوں ہے جیسے گیس اور ٹھنڈک کے بغیر کوک کی بوتل۔

دین کے معاملے میں ہماری بد نصیبی کا آغاز کسی ایسے دور میں شروع ہوا کہ علم سکھانے والوں کو (شاید کسی دورس منصوبے کے تحت) تزکئے کے فن سے محروم رکھا گیا۔ اور نہ ہی انہوں نے اپنے شاگردوں کو ایسے ماہرین فن کی صحبت میں جانے دیا۔ یوں بعد میں آنے والی نسلیں علم کی کتابیں بغیر تزکئے کے رٹتی چلی گئیں۔ رد عمل یہ ہوا کہ علم کے لئے تزکیہ فالتو عمل سمجھ کر مکمل طور پر دینی نصاب سے خارج کر دیا گیا۔ نتیجے میں علمائے دین اور پوری مسلمان قوم حکمت کے صلے سے محروم رہ گئی۔ چند ایک دنیاوی علوم میں تزکئے کی ادنیٰ سی پریکٹس موجود ہے مثلاً" میڈیکل اور چارٹرڈ اکاؤنٹسی۔ جہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد یا دوران تعلیم ہی ماہرین فن کی نگرانی میں کئی سال عملی کام میں گذارنا لازمی شرط ہے۔ لیکن دین ایسا شعبہ ہے جہاں علماء نے اللہ کے حکم کو اپنی مرضی اور مفاد کی خاطر مسخ کر کے علم کے لئے تزکئے کی شرط کو ہی ختم کر دیا۔ اس کے بدلے ہمیں کیا ملا؟ عالم دین رسوا ہوا۔ بے اثر ہوا۔ سالہا سال علم حاصل کرنے میں گذارنے کے باوجود جاہل کہلوایا' دنیاوی امور کے لئے نا اہل قرار پایا۔ سرکاری کاغذات میں "کمی" کا درجہ پایا۔ رہنمائی کے لئے نا قابل اعتماد ہوا۔ چندوں پر جینے لگا اور فرقے بنانے اور مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کرنے اور لڑانے میں لگ گیا۔

جب تک وہ عالم پیدا نہ ہوں گے جو دوران علم اور تحصیل علم کے بعد تزکئے کے عمل سے صحیح طور پر نہیں گذریں گے۔ تو ہمارا یہی حشر ہوتا رہے گا۔ جو ہو رہا ہے۔

تاج رحیم

تزکیہ کس لیئے؟

حضرت مولانا محمد اکرم
مدظلہ العالی

تمام کمالات سب تعریفیں اس ذات باری کو سزاوار ہیں جس نے اپنے محبوب بندے پر اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں راستی ہی راستی ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ بالکل سیدھی اور اللہ کے عذاب سے اللہ کی گرفت سے ڈراتی ہے اور ان ایمان لانے والوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوشخبری دیتی ہے بہترین اجر کی اور اس بات کی کہ وہ اللہ کے ان انعامات میں ہمیشہ رہیں گے اور ڈراتی ہے ان لوگوں کو بھی جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ کا بھی بیٹا ہے۔ اس بات کی کوئی عملی دلیل نہ ان کے پاس ہے نہ ان کے پہلوں کے پاس تھی بلکہ یہ ایک نہایت گستاخی کا کلمہ ہے بہت ہی گستاخانہ بات ہے **كَبُرَتْ كَلِمَةً** یہ بہت گستاخانہ بات ہے **تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ** جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔ **إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا** یہ یقیناً سخت جھوٹے ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں اور انکی اس بات سے اتنا دکھ پہنچتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کہ اگر یہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آتے۔ اور اس بات پہ اصرار کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے تو اتنا دکھ پہنچتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو جیسے کوئی بندہ دکھ سے ہلاک ہونے کے موت کے قریب چلا جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دکھ محسوس نہ کیجئے اس لئے کہ ہم نے اس دنیا میں جو کچھ بنایا ہے بنایا ہی اس لئے ہے کہ اس میں زینت بھی ہو حسن بھی ہو اور یہ آزمائش کا سبب بن جائے کہ کون اس کے حسن کا اسیر ہو کر دنیوی خواہشات کی تکمیل کے لئے باغیانہ روش اختیار کرتا ہے اور کون حسن عمل کی طرف راغب ہوتا ہے نتیجتاً" جو کچھ دنیا میں بنایا گیا ہے یہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا ختم کر دیا جائے گا۔ کوئی رہنے والی چیز نہیں ہے۔ یہ ہے ان آیات مبارکہ کا سادہ سا ترجمہ

سوال یہ تھا اور بڑا مزے دار سوال تھا کہ سلاسل تصوف کے لوگ اور وہ لوگ جو اس دور میں اس موضوع پہ بہت زیادہ کام کر رہے ہیں ان لوگوں کو کیا سوجھی کہ یہ تعمیر ملک کی بات کرتے ہیں سیاسی تبدیلی کی بات کرتے ہیں نظام کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں ان کا کام تو یہ تھا کہ یہ مساجد میں بیٹھتے حجروں میں بیٹھتے ذکر اذکار کرتے مراقبے کرتے اور جو انرجی انہیں اس کام پہ لگانی چاہئے تھی اسے یہ دوسری طرف ضائع کرنے پہ تل گئے اس طرح نہ ان سے سیاست ہو سکے گی اور نہ یہ اپنا اصلی کام جسے تصوف یا دین یا دین تعلیم سے تعلق ہے وہ کر سکیں گے۔

میں نے اس سوال کے جواب کے لئے قرآن حکیم کھولا نہیں ہے میری عادت ہے اور میرا ایمان بھی ہے کہ قرآن کو جہاں سے کھول لو آپ کے سوالوں کا جواب موجود ہوتا

ہے۔ ان آیات کریمہ نے بڑی واضح باتیں کیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں یہ متعین کرلینا چاہئے کہ تصوف بلا کیا ہے۔ تصوف دراصل ترجمہ ہے قرآن کے لفظ تزکیہ کا جب فارسی میں تراجم کئے گئے تو تزکیے کو تصوف سے ٹرانسلیٹ کیا گیا۔ تزکیہ کیا ہے دل کی وہ کیفیت دل کا وہ حال کہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی خواہش پیدا ہو اور اتنی شدت سے پیدا ہو کہ بندہ اس پر عمل کرے اسے تزکیہ کہتے ہیں اور یہ اتنی بنیادی ضرورت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو تعلیم کتاب و حکمت سے پہلے تزکیہ کرنے کا حکم بھی تھا اور تزکیہ کرنے کی صفت سے آپ موصوف بھی تھے۔

یتلوا علیھم اٰیاتہ لوگوں کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں دعوت الی اللہ **و یزکیھم** اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں **ویعلمھم الکتب والحکمۃ** اور تزکیہ فرمانے کے بعد انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم فرماتے ہیں انکے لئے مفید ہی تب ہے جب ان کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ تزکیے کا ادنیٰ درجہ ہے ایمان لانا۔ اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ جو بندہ ایمان نہیں لاتا یعنی بالکل تزکیہ سے باہر ہے وہ سارا قرآن پڑھتا رہے ساری حدیث پڑھتا رہے سارا دین کا مطالعہ کرتا رہے نہ اسے اس پر کوئی فرق پڑتا ہے نہ اسے اس کا کوئی ثواب ملتا ہے آخر قرآن ہی پڑھ رہا ہے اور اللہ کا بندہ ہے اللہ کی زمین پر بیٹھا ہے اللہ کی مخلوق ہے تو قرآن پڑھنے سے اسے ثواب کیوں نہیں ہوتا اگر وہ درود پڑھتا ہے اسے ثواب کیوں نہیں ہوتا حدیث پڑھتا ہے ثواب کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے پاس تزکیے کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں ہے یعنی ایمان لانا۔ اور ایمان لانا حقیقتاً قلب کا فعل ہے زبان صرف اظہار کرتی ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔

اقرارٌ م باللسانِ و تصدیقٌ م بالقلب ایمان ہے زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس کو قبول کرنا اس کی تصدیق کرنا یعنی ایمان فعل دل کا ہے زبان اقرار کرتی ہے اور اگر زبان اقرار کرتی ہے اور دل قبول نہیں کرتا تو اسے نفاق کہتے ہیں وہ کفر کا بد ترین درجہ ہے یعنی ایسا شخص صرف یہ نہیں کہ وہ کافر ہے بلکہ وہ بد ترین کافر ہے کہ زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے نہیں کرتا۔ تو یہ دل کا اقرار جو ہے یہ ادنیٰ درجہ ہے تزکیہ کا۔ جب یہ درجہ نصیب ہو جائے کہ دل صرف تصدیق کر لے تو نماز بھی فرض ہو گئی روزہ بھی فرض ہو گیا حج بھی فرض ہو گیا زکوۃ بھی فرض ہو گئی جہاد بھی فرض ہو گیا تمام سنتیں تمام واجبات تمام نوافل تزکیے سے کوئی محنت کرتا ہے وہ صرف قبول اسلام پر نہیں رہتا بلکہ دل کو اللہ کی یاد سے آشنا کر دیتا ہے دل کو ذاکر کر دیتا ہے دل کو اللہ کی تجلیات سے روشن کرلیتا ہے۔ تو کیا اس پر سے فرائض معاف ہو جائیں گے یا اس دوسرے کی نسبت زیادہ خلوص سے زیادہ گہرائی سے زیادہ لگن سے اور زیادہ محنت اور توجہ سے یہ ادا کرے گا۔ یعنی حق یہ ہے کہ جوں جوں تزکیہ بڑھتا جائے گا توں توں احکام کی تعمیل میں اس کا انہماک اس کا خلوص اس کی محنت بڑھتی چلی جائے گی یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ تزکیہ نصیب تھا صحابہ کرام کو۔ جن کا خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اور سب سے زیادہ دینی خدمت سب سے زیادہ جہاد سب سے زیادہ کارہائے نمایاں بھی انہوں نے کئے سو تصوف یا تزکیے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ اپاہج ہو جائے تصوف اور تزکیے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بندہ کسی کام کا نہ رہے تصوف اور تزکیے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا مرد میدان بنے اور ایسے کارہائے نمایاں کرے جسے بغیر تزکیے والا بندہ نہ کر سکتا ہو اب یہ کہنا کہ آپ اگر میدان عمل میں آئیں گے تو آپ سے تصوف چھن جائے گا۔ یہ دوسری جہالت ہے ایک شخص پیدل لڑتا ہے دوسرے شخص کے پاس سواری ہے وہ میدان جنگ میں اپنی سواری پہ اپنے ٹینک میں اپنی آرمڈ کار میں بیٹھ کر آیا ہے اب اسے یہ کہنا کہ تمہارے پاس ٹینک ہے میدان میں جاؤ گے تو ٹینک چھن جائے گا میدان میں مت جاؤ یہ پیدل لوگوں کا کام ہے انہیں لڑنے دو تمہارے پاس تو ٹینک بھی ہے تمہارے پاس تو آرمڈ کار بھی ہے تم مت جاؤ

یہ پھٹ جائے گی یہ ضائع ہو جائے گا۔ تو پھر وہ کیا آرڈ کار میں اپنا جنازہ رکھے گا۔ آخر ٹینک اس نے کس لئے بنایا ہے اس میں دفن ہونے کے لئے اگر یہ کہا جائے

کہ تم ذاکر ہو تم اللہ اللہ کرتے تم میدان جنگ میں نہ جاؤ تو اللہ تو حکم دیتا ہے کہ **اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً** جب کسی کافر فوج سے مقابلہ آ جائے فاثبتو جم کر لڑو **واذکرو اللہ** فیئتہ اور اللہ کا ذکر لڑتے ہوئے بھی کثرت سے کرتے رہو لڑنا تو کام ہی صوفیوں کا ہے۔ جہاد زیب ہی ان لوگوں کو دیتا ہے جن کے دل ذکر الٰہی سے منور ہیں دوسرے لوگ' میں دعویٰ سے کہتا ہوں جن کے دل ذاکر نہیں ہیں وہ لوٹنے کے لئے جاتے ہیں وہ جہاد کے لئے نہیں جاتے وہ کچھ دینے کے لئے نہیں جاتے اپنے مفادات کے لئے جاتے ہیں ہمارے باپ دادا روئے زمین پر لڑے انگریز سے تنخواہ لینے کے لئے اسے آپ جہاد کہیں گے کیا ہماری اس سر زمین کے لوگ ہٹلر کے خلاف جاپان کے خلاف اور جنگ عظیم دوم میں نہیں لڑے جنگ عظیم اول میں نہیں لڑے کیا یہ سارا جہاد تھا کون سا لشکر باہر سے آیا اس سر زمین پر جس کے ساتھ اہل پنجاب نے فوج میں شامل ہو کر جنگ میں حصہ نہ لیا۔ کوئی ایک بتائیے کیا وہ سب عبادت تھی سارا جہاد تھا ہرگز نہیں۔ جہاد ہے ہی تعمیل ارشاد الٰہی کے لئے اور پھر جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔ تو قرآن نے دو قوموں کو بالخصوص یہودی اور عیسائی کو خاص طور پر چیلنج کیا حالانکہ یہ کم از کم اللہ کو مانتے تو تھے آخرت کو مانتے تو تھے اللہ کی کتاب میں تحریف کر لی خدا کا بیٹا ہے اس میں تحریف کی یہودیوں نے کہا

عزیز ابن اللہ حضرت عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ دیا لیکن یہ دونوں قومیں وہ تورات کو مانتے ہیں یہ انجیل کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے تھے۔ تو جو بالکل اللہ کے وجود ہی کے منکر تھے جو پتھروں کی پوجا کرتے تھے جو آگ کی پوجا کرتے تھے ان کا ذکر نہیں کرتا قرآن حکیم یہاں جب ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا قرآن چیلنج ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ کے لئے اس لئے کہ مشرکین کی تمدنیت سے عالم انسانیت کو خطرہ نہ تھا وہ مٹ جانے والی شے تھی اس کے پیچھے کوئی لاجک نہیں تھا دہریوں کی منکرین کی تہذیب سے عالم انسانیت کو خطرہ نہ تھا جو فلسفہ ان کا ہے انکے پیچھے اللہ کا نام بھی ہے یہ لوگوں کو زیادہ گمراہ کرنے والی بات تھی کہ ہم اللہ کو پوجتے ہیں اللہ کے بیٹے کو پوجتے ہیں اللہ کی بیوی کی عبادت کرتے ہیں یہ اللہ کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہے تھے اور یہ وہ فلاسفی ہے جو دیر تک رہنے والی تھی پھر اللہ کریم جانتا تھا کہ یہ فساد ایک زمانے میں عالم انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

کیا آج اپنے رب کو حاضر ناظر جان کر آپ اپنے آپ سے فیصلہ کیجئے کہ کیا آج مسلمان کو یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں کیا آج عالم اسلام کا ایمان محفوظ ہے یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں؟ کیا آج عالم اسلام کی جانیں محفوظ ہیں یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں؟ کیا آج مسلمانوں کی عزت و آبرو محفوظ ہے یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں؟ تو اگر یہودی اور نصرانی فساد بھڑکا کر سربیا میں فلسطین میں کشمیر میں کابل میں الجزائر میں دنیا کے مختلف حصوں میں خود آپ کے اس ملک میں بستے ہوئے ملک میں ایک مضبوط اور عوامی اور منتخب حکومت کے زیر سایہ ہر گلی ہر کوچے ہر شہر ہر قریے میں خون بہا رہے ہیں عزتیں لوٹ رہے ہیں ڈاکے ڈال رہے ہیں تو آپ اپنے مراقبات کونے میں بیٹھ کر انہیں پالش کرتے رہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ جب آپ اپنے مراقبات لے کر میدان حشر میں جائیں گے تو عام مسلمانوں کی بیٹیوں کے پھٹے ہوئے دامن بھی ہوں گے وہاں مسلمانوں کے خون آلود پنجر بھی ہوں گے پھٹے ہوئے سینے اور کٹی ہوئی گردنیں بھی ہوں گی کیا رب کریم پوچھے گا نہیں کہ تو کس لئے اپنے ضمیر کو پالش کرتا رہا اگر اس درد ناک حالت میں بھی تیرا ضمیر جاگا نہیں ہے اسے

پالش کرنے کی مردے کو نہلاتا رہا ساری عمر تو ایک مردے کو پالش کرتا رہا اور اس پر ریشمی غلاف چڑھاتا رہا کیا ضرورت تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی ایسے بندے کی پیشوائی کے لئے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر انتظار کر رہا ہو کہ جس کے سامنے عالم اسلام لٹتا رہا جلتا رہا عزتیں ناموس آبروئیں برباد ہوتی رہیں اور وہ کونے میں بیٹھا دل کو پالش کرتا رہا۔ میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پہ اس کا استقبال کریں گے میرا مزاج گوارا نہیں کرتا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مراقبات یہ؟ ذکر کی قوت یہ ہمارا اصل ویپن ہے اصل ہتھیار ہے کیوں ہم اسے چھوڑ دیں گے؟ ہمیں زندہ کرنے والی قوت ہی یہی ہے اور اپنی زندگی کو کون چھوڑتا ہے۔ ہمیں جبر اور طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی جرات ہی یہی ذکر قلبی دیتا ہے۔ ورنہ قد کاٹھ میں مطالعہ میں مال و دولت میں وسائل میں دوسرے لوگ ہم سے بہت آگے ہیں ہمیں نہ بکنے کی طاقت ہی یہ دیتا ہے ورنہ دنیا کا ہر انسان آج بک رہا ہے کوئی مہنگا یا سستا۔ یہاں کا ایک چوکیدا بھی خریدنا ممکن نہیں اس لئے کہ یہ بک چکے ہیں اللہ کے نام پر۔ یہ ساری طاقت یہ ساری قوت یہ ساری محنت یہ ہے اس لئے کہ دلوں میں وہ جوش ایمان وہ غیرت ایمانی وہ جذبہ جان سپاری وہ جرات جہادہ پیدا ہو کہ ہم ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو ان کے انجام سے باخبر کر سکیں

قالو اتخذ اللہ ولدہ جو بے ایمان یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا بھی ہے یہ کون سا تصوف ہے کہ کفر کے ساتھ سمجھوتہ کرلیں ہم ظلم و جور کے ساتھ سمجھوتہ کرلیں ہم جو آئے اسے سہتے چلے جائیں جو خرابی ہو اس سے سمجھوتے کرتے چلے جائیں یہ تصوف نہیں ہے اور ایسا یہ جو اعتراف کرتے ہیں لوگ انہوں نے تصوف کو چھو منتر سمجھ رکھا ہے۔ انہوں نے کاہنوں کی کہانت کی طرح نجومیوں کے پیشہ ور علم نجوم کی طرح چند بھکاریوں کے اس شعبدہ بازوں کے شعبدوں کی طرح تصوف کو سمجھ رکھا ہے تصوف روح اسلام ہے جرات ایمانی ہے اللہ کریم کے روبرو زندگی بسر کرنے کا نام ہے تصوف۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور زندہ رہنے کا نام ہے تصوف اپنے قلب میں اپنے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا لینے کا نام ہے تصوف اور وہ وجود وہ دل وہ ضمیر وہ مزاج وہ انسان جسے یہ دولت نصیب ہو اسے آپ جہاد سے الگ نہیں رکھ سکتے۔ اور جس جہاد سے جس کے مراقبات پہ حرف آتا ہے جہاد سے جس کے مکاشفات خراب ہوتے ہیں جہاد سے جس کے نوافل میں کمی آتی ہے وہ مسلمان صوفی نہیں ہے عیسائی راہب تو ہو سکتا ہے ہندو یوگی تو ہو سکتا ہے وہ بدھوں کا مذہبی لیڈر تو ہو سکتا ہے مسلمان صوفی نہیں۔ تصوف ہی اس جنون کا نام اس جذبے بے دروں کا نام جو بندے کو اللہ کے روبرو کر دے جو مومن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کر دے جو ہماری زندگی کو اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے آخرت کے لئے مختص کر دے۔ جو ہم میں وہ جرات پیدا کرے کہ اپنے وقتی مفادات کو قربان کر سکیں ہم اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات سے گزر کر عبور کر کے ان کو اللہ کی راہ میں کام آ سکیں اور وہ ماحول پیدا کر سکیں آج ہمارے ہاں سب سے زیادہ لحاظ اس بات کا ہے کہ کہیں مغرب کے آقا ناراض نہ ہو جائیں۔ یہ قانون نہ بناؤ امریکہ ناراض ہو جائے گا یہ بات نہ کرو برطانیہ خفا ہو جائے گا۔ یہ بات نہ کرو یہ جمہوریت کے خلاف ہے۔ وہ جمہوریت جو ایک فریب ہے بدمعاشی ہے دھوکا ہے مغرب کی بنائی ہوئی کافرانہ بدمعاشی جس کی گود میں سارے دھوکا باز پلتے ہیں کسی ایک جمہوری لیڈر کو شریف انسان ثابت کر دیجئے۔ ہمارے پاس گذشتہ نصف صدی کی تاریخ پاکستان کی موجود ہے۔ کسی ایک جمہوری لیڈر کو شریف انسان ثابت کر دیجئے یا اس نے شرافت اپنائی ہو تو واپس جمہوریت میں گیا ہو تو یہ ثابت کر دیجئے یار یہ تو ہے ہی مغرب کی غلامی کا نام مغرب کے افکار مغرب کے اذہاں کی سوچ اور ان کا انداز وہ شخص جو کلمہ ایمان پڑھتا ہے اسے کب یہ اجازت دیتا ہے اس کا ایمان کہ

وہ اپنے افکار اپنے قوانین اپنی تہذیب اپنا معاشرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کر کے عیسائیوں اور یہودیوں کی نقل میں تیار کرے۔ اگلے دن بڑا مزے دار مقالہ تھا وہ ہمارے اجلاس پر ہماری باتوں پر ہی تنقیدی بات کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے مولانا بڑے سخت مزاج ہیں اور یہ بالکل لڑنے مرنے پہ ہی تیار رہتے ہیں ورنہ مغرب کے پاس بھی بہت سی اچھی باتیں ہیں جن کو اپنایا جا سکتا ہے بظاہر تو الفاظ بڑے خوبصورت ہیں لیکن میری سمجھ میں یہ فلسفہ نہیں آتا کہ اچھی بات آپ کس کو کہتے ہیں اور اگر اچھی بات اہل مغرب کے پاس ہے تو آپ کلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیوں پڑھتے ہیں اہل مغرب کا کیوں قبول نہیں کرتے آپ اہل مغرب کو کب سے جانتے ہیں انکو پیچھے لے کر چلئے آپ کو اسی روئے زمین پر ایک ایسا دور نظر آئے گا جس میں ہر بات ہی اچھی ہے کوئی بری بات ہے ہی نہیں قتل کرنا اچھی بات زنا کرنا اچھی بات شراب پینا اچھی بات چوری کرنا اچھی بات ظلم کرنا اچھی بات وہ زمانہ بھی آپ کو ملے گا جس میں سب اچھا تھا اس زمانے کے صف اول کے بدمعاش اہل مغرب تھے۔ صف اول کے جاہل اہل مغرب تھے صف اول کے سفاک اہل مغرب تھے اور انہیں مکان بنانا نہیں آتا تھا یہ غاروں میں اور پہاڑی کھوؤں میں رہتے تھے اور مؤرخ انہیں CAVE MAN THE لکھتا ہے غاروں میں رہنے والے لوگ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اچھی بات لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

اور دنیا میں پہلی بار سینکڑوں سالوں کے بعد دنیا نے پھر سے روئے زمین پر ایک حد فاصل بنائی کہ اچھا کام یہ ہے اور برا کام یہ ہے اب اہل مغرب کے پاس اگر واقعی کوئی اچھائی ہے تو وہ اچھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے آپ کو نہیں ملے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھائی انہوں نے اسلام سے لی ہے آپ ان سے لینا چاہتے ہیں آپ اسلام سے کیوں نہیں لیتے۔ اگر اہل مغرب سے مغربی معاشرے میں جہاں کروڑوں خرابیاں ہیں وہاں آج بھی اگر کوئی خوبی ہے تو وہ ان کے آباء کے پاس نہیں تھی ان کی تاریخ کے پاس نہیں تھی۔ ان کے بزرگوں کے پاس نہیں تھی انہوں نے کہاں سے لی۔ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے خوشہ چینی کی انہوں نے خلافت راشدہ کی فتوحات سے لی انہوں نے مسلمانوں کی تاریخ اور مسلمانوں کے کردار سے وہ اچھائیاں لیں۔

تو اے اہل وطن علماء حضرات جو تنقید کرتے ہیں میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ تو اہل علم ہیں آپ مغرب کی گود سے وہ پھول چنتے جاتے ہیں جو انہوں نے صحابہ کے قدموں سے چن کر اپنے ہاتھوں کے لمس سے انہیں فرسودہ اور باسی کر دیا ہے آپ وہ تازہ شجر اسلام اور دین کی بیل سے وہ تازہ خوشے کیوں نہیں لاتے جو آج بھی ترو تازہ موجود ہیں جو اسوہ حسنہ میں موجود ہیں جو صحابہ کرام کی تاریخ میں موجود ہیں جو ان کے نقوش کف پا میں موجود ہیں میں اس بات کا قائل ہوں کہ کوئی بھی اچھائی اسلام سے باہر کسی کے پاس ہے تو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس کے پاس نہیں تھی اس نے یقیناً اسلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے قدموں سے خوشہ چینی کی ہے تو ہم اس سے لینے کیوں جائیں ہم ان سے لینے کیوں نہ جائیں۔

ہاں مغرب میں ظلم ہے بدمعاشی ہے بے حیائی ہے فحاشی ہے بد دیانتی ہے بے ایمانی ہے نیکی بھلائی شرافت یہ چیزیں وہاں نہیں ہیں۔ جتنی باتیں خوبصورت نظر آتی ہیں ہمارے اہل علم کو بھی مجھے افسوس یہ ہے کہ ان سب کو حسرت ہی رہی کہ کبھی مغرب میں جائیں یہ یہاں بیٹھ کر امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں لیکن اپنی بچیوں تک کو بھی اکیلا بھیج کر امریکہ میں پڑھاتے ہیں اگر انہیں موقع مل جائے۔ بڑے بڑے جوادری اور بڑے بڑے پہلوان مولانا جو ہیں ان کے بیٹے بھی امریکہ میں پڑھتے ہیں یہاں امریکہ کو [illegible] گالیاں دیتے ہیں۔ اپنی اولاد کو کسی دارالعلوم میں نہیں بھیجتے

مولانا اپنی اولاد کو برطانیہ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ وہاں سے حاکم بن کر آتے ہیں یہاں سے عالم بن کر مولوی بن کر آئے گا۔ تو پھر کیا حاصل اس لئے انہیں وہاں کچھ اچھی چیزیں بھی نظر آتی ہیں یہ ان کی اپنی پود وہاں ہے یہاں کے بڑے بڑے مقدس مرنے کے لئے امریکہ جاتے ہیں اور وہاں سے پارسل ہو کر واپس آتے ہیں۔ اس لئے انہیں وہاں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جاتے ہم بھی ہیں لیکن ہمیں امریکہ کی فضائیں اسیر نہ کر سکیں ہمیں برطانیہ کی تہذیب شکار نہ کر سکی ہمیں پونڈ اور ڈالر نہ رجھا سکے ہم کسی سے ڈالر اور پونڈ لینے کے لئے وہاں رک نہ سکے ہم یہاں سے واپسی کا کرایہ اپنا دے کر واپسی کا ٹکٹ خرید کر جاتے ہیں اور اپنے ٹکٹ پر واپس آتے ہیں اور ان ملکوں کے اندر جو سفر کرتے ہیں ان کے ٹکٹ بھی عموماً" میں یہاں سے خرید لیا کرتا ہوں۔ کہ وہاں دوست کہیں گے کہ میں دیتا ہوں میں دیتا ہوں اس کی ضرورت نہیں ہے ٹکٹ پاس ہوتے ہیں اس لئے ہمیں ڈالر اور پونڈ رجھا نہیں سکے۔ ہم نے بڑی تلاش کی گلی گلی پھرے ہوٹلوں میں کلبوں میں بیچز میں کون سی جگہ ہے جہاں ہم نہیں گئے مسجد سے لے کر نیوڈ کلبوں تک جا کر دیکھا

جن احباب کو تنقید سوجھتی ہے انکو بھی تنقید کرنے کا حق ہے لیکن میں ان دوستوں سے ضرور عرض کروں گا۔ جو میری گذارشات کو قابل توجہ سمجھتے ہیں کہ ساری محنت سارے مراقبات سارا ذکر اسی بات کے لئے ہے کہ کچھ ایسے نفوس قدسیہ پیدا ہو جائیں جو یہودیت و عیسائیت کے لئے پھر سے خطرہ بن سکیں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکیں اس کے سامنے کھڑا ہو سکیں یہ نزول قرآن کا مقصد ہے۔ یہ جہاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہے یہ خلفائے راشدین کے جہاد کا مقصد ہے۔

اور تصوف اس ذکر کا نام ہے جو نوک شمشیر کے نیچے کیا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے تنقید نگاروں نے اس بحر زخار سے کوئی قطرہ چکھا نہیں۔ اور

ذوق ایماں خدا نہ شناسی تا نہ چشید۔

جس نے کوئی قطرہ پیا ہی نہیں اسے کیا پتہ کہ تصوف سے اندر میں انقلاب کیا ہوتا ہے ہاں ایک آخری بات میں کہتا چلوں۔ تصوف بندے میں وہ ذوق پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے لئے اپنے اقتدار کے لئے عہدے کے حصول کے لئے مال و دولت کے حصول کے لئے نہیں لڑتا محض اللہ کی رضا کے لئے لڑتا ہے اور اگر دل ذاکر نہ ہو تو یہ میرا میرا اسی بات پہ یقین ہے کہ دل ذاکر نہ ہو تو بغیر دنیوی مفاد کے بندا لڑائی میں جاتا نہیں اپنے دنیوی مفادات کے حصول کے لئے لڑتا ہے اسے آخرت کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ تصوف یہ جرات رندانہ بخشتا ہے یار کیسے عجیب لوگ تھے۔ ایرانیوں کی قوت جس شخص نے پاش پاش کی اور آخری ضرب یزدگرد پر جس بندے نے لگائی وہ بندہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہوا شرف صحابیت سے محروم رہ گیا جہاد سے اس نے غیر حاضری نہیں کی تیار ہوتا رہا لیکن جہاد نے اسے فرصت نہیں دی بارگاہ نبوی میں حاضر نہیں ہو سکا شرف صحابیت سے محروم رہ گیا لیکن جہاد سے محرومی اور غیر حاضری اس شخص نے گوارا نہیں کی اسے پتہ چلا کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیل ارشاد میں جان دے دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ مقام نصیب ہو گا۔ یہاں نہ سہی وہاں سہی جانا تو انہی کی بارگاہ میں ہے یہاں نہ سہی وہاں سہی۔ دنیا میں اگر وہ صحابہ کی فہرست میں نہیں آ سکے تو کوئی بات نہیں۔ جب وہ ایران کی فتح سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا وصال ہو چکا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سربراہ خلافت تھے۔ سو مئورخ نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے لیکن یہ پتہ تو میدان حشر میں چلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کس صف میں کھڑا کرتے ہیں۔

اس شخص نے جب مدائن کے لشکر کو شکست دی مدائن کا شہر ایک طرف تھا درمیان میں دریا تھا دوسری طرف

محلات اور امراء کی رہنے کی جگہ تھی اور قصر ابیض WHITE HOUSE یہ امریکہ والوں نے بعد میں بنایا اور اس کی نقل کی ہے انہوں نے دراصل خسرو پرویز کا ایرانی شہنشاہ کا مدائن کا جو محل تھا وہ تھا قصر ابیض HOUSE THE WHITEمدائن میں جو خسرو پرویز کا بہت بڑا محل تھا قصر ابیض اسی کا ترجمہ ہے THE

WHITE HOUSE اب انہوں نے بعد میں بنایا تو شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور WHITE HOUSE میں ابھی خسرو پرویز کا جانشین یزدگرد موجود تھا ایرانی فوج موجود تھی دریا طغیانی پر تھا اور ایرانیوں نے سارے پل توڑ دیے اور کشتیاں بہا دیں۔ تو وہ لشکر کو لائے دریا کے کنارے دیکھا دریا کناروں سے نکل کر بہہ رہا ہے اور دوسرے کنارے شاہی افواج تیر کمان لئے اگر کوئی دریا میں گھستا ہے تو اسے نشانہ بنانے کے لئے تیار کھڑی ہیں کوئی کشتی نہیں کوئی پل نہیں تو انہوں نے دعا کی یہ تصوف ہے۔ یہ بندہ صوفی تھا صحابہ تابعین تبع تابعین یہ سارے کے سارے صوفی تھے۔ تصوف یہ ہے کہ اس نے دعا کی بارالہا اگر میں محل کے لالچ میں دولت کے لالچ میں حکومت و سلطنت کے لالچ میں لڑ رہا ہوں تو مجھے میرے لاؤ لشکر سمیت دریا میں غرق کر دے اور اگر میری لڑائی صرف نفاذ اسلام احقاق حق احیائے دین باطل کی شکست اور تیرے نام کی عظمت کے لئے ہے تو اپنے اس دریا سے کہہ دے مجھے راستہ دے دے اور پھر انتظار نہیں کیا کہ دریا شق ہو گا یا پھٹ جائے گا یا سوکھ جائے گا دعا کی اور پورے لشکر کو دریا میں اتار دیا کہ اب وہ ہو گا وہ اللہ کو منظور ہے یا تو سارے لشکر کو دریا نگل جائے گا اور یا دریا لشکر کے لئے راستہ' اگر میں مجھ میرا خلوص واقعی اس درجے کا ہے جو میں نے جس کا دعوی کیا ہے تو دریا راستہ چھوڑ دے گا اور چشم فلک نے دیکھا کہ اتنا طوفان گھوڑ سوار اونٹ سوار پیدل لشکر راشن بردار توپیں اٹھانے والے سارے کا سارا لشکر دریا۔ دریا پہلے طغیانی پر تھا تو آدھا آدھا پانی دریا کا کناروں سے باہر نکل گیا تھا اور آدمی اس طرح جا رہے تھے جیسے وہ عام سڑک پر جا رہے۔ہوں دریا کا پانی ان کے ساتھ گزر رہا تھا وہ گردن گردن ڈوبے ہوئے تھے لیکن محسوس نہیں ہو رہا تھا نہ انہیں پانی کھینچ رہا تھا نہ ڈبو رہا تھا مزے سے جا رہے تھے اور ایرانی لشکر بھاگ نکلا اور تاریخ میں موجود ہے بھاگتے جاتے اور کہتے جاتے تھے دیوا آمدند دیوا آمدند کوئی جن ہیں دیو ہیں انسان نہیں۔ ہیں ان سے لڑنا ممکن نہیں ہے ۔ اور تھوڑے لوگ نہیں تھے بلکہ جس وقت یزدگرد قصر ابیض سے بھاگا۔ تو باورچی فراش اور محل کے نوکروں کی تعداد جو ساتھ بھاگی وہ بائیس لاکھ فوج تھی فوج اس کے علاوہ تھی چھوٹا موٹا محل نہیں تھا اور وہ جمعے کا دن تھا صبح نو دس بجے حملہ شروع ہوا اور مسلمانوں کے امیر نے حکم دیا کہ جمعے کی نماز قصر ابیض میں ہو گی۔ اور اس کے سب سے اونچے گنبد پر جمعہ کی اذان ہو گی۔ انہوں نے وہیں جا کر اذان کہی۔ یہ تصوف ہے کہ اس حال میں بندہ میدان میں اتر سکے کہ یہ دعا کر سکے کہ بارالہا کس ذاتی خواہش سے اترا ہوں تو میرے لئے موت ناکامی ذلت مقدر کر دے لیکن اگر تیرے کام کے لئے آیا ہوں تو پھر تو بھی میرے ساتھ شامل ہو میری مدد فرما۔

ہماری کوشش یہ ہے ہم ہمارے احباب اگر اس مقام کو نہ پا سکیں تو ان لوگوں کی صف میں تو کھڑے ہو سکیں ہیں دور سہی بہت پیچھے سہی بہت نیچے سہی لیکن کسی طالب دنیا کسی فرعون وہامان کی لائن میں تو کھڑے نہ ہوں میدان حشر میں جگہ ملے تو مجاہدین کے قدموں میں بہت دور سہی لیکن ان کی صفوں میں تو ملے۔ یہی اصل تصوف ہے اللہ کریم قبول فرمائیں۔

بدترین معذرت وہ ہے جو موت آنے کے وقت کی جائے اور بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہو گی۔

عظمتِ نبوت

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ

انسانی مزاج ہے اللہ کریم نے انسان کے تحت الشعور میں ایک ایسی خواہش رکھ دی ہے کہ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت کوئی بہت بڑی ہستی کوئی ایک بہت بڑا کار ساز ہم وقت میری مدد کرے میرا خیال رکھے میری نگہداشت کرے۔ اب یہ جبلی طور پر پیدا ہونے والی خواہش جسے بعض اوقات انسان نوٹ بھی نہیں کرتا اگر اس کا احساس و شعور اور ادراک حاصل ہو تو یہی فطری خواہش بندے کو اللہ جل شانہ کی طرف لے جاتی ہے یہی وہ سوال ہے مزاج کا جو بندے میں اس ہستی کا تجسس پیدا کرتا ہے کہ ایسا کون ہے جو میرے حال سے باخبر بھی ہو اور جو ہر حال میں میرے ساتھ بھی ہو اور ہر طرح سے میری مدد کرنے پہ قادر بھی ہو اس کا جواب پھر صرف اللہ کی ذات بنتی ہے لیکن ہوا یہ کہ انسان نے اپنی کم ہمتی کے باعث اس سوال کے جواب میں مختلف فرضی داستانیں تراش لیں فرضی طاقتیں مان لیں یا بعض اوقات بتوں کو یا مظاہر فطرت کو بجلی کی چمک کو یا بادل کی گرج کو یا دریا کی روانی کو یا پہاڑ کی بلندی کو اس طاقت کا مظہر مان لیا اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ لوگ جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ پتھر کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس خاص ہیت کو یا اس خاص پتھر کو اس غیبی قوت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ یہ سوال تو انسانی مزاج میں پیدا ہوا لیکن اس کا جواب انسانی مزاج کے پاس نہیں تھا کہ وہ ہستی کون ہے کیسی ہے اور کس طرح سے میں اس تک پہنچ سکتا ہوں یا اس کی مرضیات کو اس کی رضا مندی کو کس طرح پا سکتا ہوں۔ اس کیوں کا جواب ہر عہد میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہر دور میں ہر نبی علیہ السلام نے اسی سوال کا جواب دیا اور جو خوش نصیب تھے انہیں اس پر ایمان نصیب ہوا اور انہوں نے اپنی منزل پا لی۔ انہیں نور ایمان نصیب نہ ہوا اور انہوں نے اپنی منزل پا لی۔ جنہیں نور ایمان نصیب ہوا وہ ساری زندگی بتوں کو دولت کو اقتدار کو پوجنے کے بعد بھی کوئی لمحہ سکون کا نہ پا سکے چونکہ وہ غیبی قوت جو ان کی نگہداشت کرتی وہ واقعی انسان کی ضرورت تھی اور ہے اور رہے گی۔ تو جب اس مقام پر انہیں اللہ کی یاد اللہ کی عظمت پر توکل اللہ پر بھروسہ نصیب نہ ہوا تو ایک خلا پیدا ہو گیا وہ خلا انسان کو بے پناہ محرومیوں کا احساس اور بے شمار طرح کے خوف اور ڈر دے گیا اور بڑے اچھے بھلے دولت مند یا صاحب اقتدار لوگ بھی چند لمحے سکون کی نیند سونے کے لئے دواؤں کے محتاج ہو گئے۔

ایران کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تھا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد خلافت تھا پہلے تو انکے ذہن میں دارالخلافہ کا تصور اپنے خسرو پرویز کی طرح کے محلات کا تھا مدینہ منورہ چھوٹی سی بستی تھی آج کل تو بہت شاندار شہر

ہے لیکن اس زمانے میں کچے گھروں کی ایک آبادی تھی چھوٹی سی تو انہوں نے کسی سے پوچھا کہ وہ مدینہ ابھی کتنی دور ہے تو اس نے کہا سامنے یہی ہے تو مدینہ تو انہوں نے کہا اس میں تو کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آتی جہاں بادشاہ کے رہنے کی جگہ ہو تو پھر شاہی محل کہاں ہے اس نے کہا یہاں بادشاہ ہی نہیں ہوتا تو شاہی محل کیا ہو گا۔ یہاں تو بادشاہ تو نہیں ہوتا تو کون ہوتا ہے امیر ہے اور ہمیں میں سے ہے جہاں ہم لوگ رہ سکتے ہیں وہاں وہ بھی رہ سکتا ہے تو ہم کہاں باریابی حاصل کر سکیں گے انہوں نے کہا کہ ان کا دفتر مسجد میں ہی ہے ان کا سیکرٹیریٹ مسجد نبوی ہی ہے تو چلے جاؤ مسجد میں تشریف فرما ہوں گے مسجد میں حاضر ہوئے پتہ کیا تو انہوں نے کہا جی دوپہر کو قیلولہ فرماتے ہیں لیکن گھر جانے کی بجائے اس طرف نکل گئے ہیں۔ کچھ لوگ ساتھ ہو گئے تلاش کرتے ہیں امیرالمومنین کو دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام کرنے کے لئے ایک کھجور کے سایے کے نیچے لیٹے تھے تو کھجور کا سایہ ہی کتنا ہوتا ہے پندرہ منٹ بعد سایہ تو آگے چلا گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ لگ گئی دھوپ پڑ رہی تھی اور پسینہ چہرے مبارک سے نکل نکل کر ریت میں جذب ہو رہا تھا تو انہوں نے دیکھ کر کھڑے ہو کر ایک جملہ کہا بڑا تاریخی جملہ انہوں نے کہا دیکھو اتنی بڑی سلطنت کا حاکم اس طرح مزے سے خالی زمین پر سو رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انصاف کرتا ہے اور یہ آرام سے سوتا ہے ہمارے حکمران شاہی قلعوں میں اور محافظوں کے ہوتے ہوئے نیند کو ترس جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ظلم کرتے ہیں یعنی یہ تبصرہ تاریخ نے اس ایرانی ڈیلی گیشن کا نقل کیا ہے جو خود ابھی مسلمان نہیں تھے انہیں نور ایمان سے جو سکینت جو سکون حاصل ہوتا ہے تعلق باللہ سے اور جس بندے کو یہ یقین ہو جائے کہ واقعی میرا رب میرے ساتھ ہے۔

ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظمت کو صحیح نہیں سمجھا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سمجھ لیا لیکن میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ بے شمار اس دور کے جو مسلمان ہیں ہم نے صحیح نہیں سمجھا ہم نے ایک خانہ پری کی لی جس طرح مذاہب باطل میں انہوں نے کچھ باطل قوتوں سے اپنی ذہنی اس سوال کی خانہ پری کر لی اسی طرح ہم نے یہ سمجھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم ایک ایسی ہستی ہیں جو عام انسانوں سے بہت اونچے ہیں بہت اعلیٰ ہیں بہت طاقتور ہیں اور ہماری حفاظت ہماری مدد اور ہمارے تحفظ کے لئے وہ کافی ہیں اور ہم ان کا نام لیتے رہتے ہیں۔ لیکن بات یہ نہیں تھی یہ تو حق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال کائنات میں نہیں ہے انسانیت کو شرف اس لئے ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت میں ظہور فرمایا لیکن جو کمال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے وہ اس سے بہت بلند ہے اتنا بلند کہ ایک عام ان پڑھ دیہاتی چرواہے کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العلمین کے روبرو کھڑا کر دیا کہ وہ یقین عطا فرمایا وہ نور ایمان عطا فرمایا وہ شعور عطا فرمایا وہ احساس عطا فرمایا کہ ایک عام آدمی جس کی بات گلی محلے میں کوئی نہیں سنتا جس کی بات کوئی گھر کا بندہ کوئی نہیں مانتا جسے کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے وہ دن میں پانچ مرتبہ رب العلمین سے ہم کلام ہوتا ہے اب جس بندے کو یہ توفیق حاصل ہے کہ وہ ایک دن میں پانچ دفعہ براہ راست رب العلمین سے بات کرتا ہے اس سے بڑا درجہ وہ تلاش کیا کرتا ہے کسی بندے کے لئے اس سے بڑا مقام و مرتبے کا تصور کیا ہے آپ سوچ کر بتایئے کوئی تصور آتا ہے ذہن میں کسی بندے کو اتنی عظمت مل جائے کہ کوئی چوکیدار نہیں کوئی چپڑاسی روکنے والا نہیں گارڈ نہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں کوئی رکنے انتظار کی ضرورت نہیں اوقات مقرر ہیں جیسے وقت ہو بارگاہ سے اعلان ہو جائے آؤ بھائی ملاقات کر لو۔ یعنی جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو دیا اس سے بڑھ کر کسی دولت کا تصور ممکن نہیں اور اگر ہم نے سمجھا ہوتا تو ہمارے سر سجدوں سے خالی رہتے ہماری نمازوں

میں وہ ذوق نہ ہوتا ہمارے سجدے اس خشوع و خضوع سے عاری ہوتے اگر ہم نے سمجھا ہوتا تو ہم اسے محض ایک ریہرسل یا بوجھ سمجھتے؟ اور جس مسلمان نے یہ سمجھا تک نہیں وہ کون سی شفاعت کی امید لئے بیٹھا ہے یعنی یہ اتنا بڑا انقلاب تھا کہ جو بات آج کا مسلمان نہیں سمجھ سکا وہ بات اس عہد کے کافر نے سمجھ لی جنہیں ایمان نصیب نہیں ہوا تھا وہ بھی سمجھ گئے تھے کہ یہ جو کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلتا ہے یہ جس جس کان کے راستے جس جس شعور میں اور جس جس شعور کے راستے جس جس قلب میں اترتا گیا وہاں گزارا ممکن نہیں ہے بھلا جو بندہ اللہ سے ہم کلام ہو گا وہ ہماری خدائی کب مانے گا۔ ہماری ریاست کب مانے گا ہماری امارت کب مانے گا۔ ہماری حکومت و سلطنت کو کب خاطر میں لائے گا۔ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ صدیوں کے جو غلام تھے والدین غلام بیٹے غلام پھر ان کے بیٹے غلام نسل در نسل غلام آ رہے تھے جب انہیں یہ شعور نصیب ہوا تو بڑے سے بڑا سلطان ان کے سر اپنے سامنے نہ جھکا سکا بڑی سے بڑی کافرانہ طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکی بڑے سے بڑے ظالمانہ حربے ان پر کوئی خوف مسلط نہ کر سکے۔ وہی لوگ جو کسی رئیس کو راستہ گزرتا دیکھ کر لقمہ جن کے ہاتھ سے گر جاتا تھا لرزاں ترساں ہو جاتے تھے بلا چوں و چراں ان کا حکم مانا کرتے تھے وہ ان کے لئے ناقابل تسخیر ہو گئے۔

مسلمانوں کی فوجی طاقت بعد میں بنی مدینہ منورہ میں ریاست بعد میں بنی مسلمان میدان جنگ میں بعد میں آئے لیکن مکی زندگی میں آپ دیکھیے کہ کون سا حربہ تھا جو مشرکین مکہ نے نہیں آزمایا کسی ایک بندے کو واپس لا سکے یا جھکا سکے؟ نہیں وہی لوگ جو ان کی خدمت کرنا سعادت سمجھتے تھے وہ ان کے لئے ناقابل تسخیر ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کر دیا لوگوں کو کون سی جرات دے دی کون سی بے باکیاں دے دیں کیا طاقت عطا کر دی وہی طاقت تھی کہ ایک عام آدمی کو رب کریم کے روبرو کر دیا اب ساری مشرکانہ کوششیں ناکام ہو جاتی تھیں جب وہ کہتا تھا تم بے وقوف ہو میں رب کو روبرو دیکھتا ہوں میرے ساتھ ہے میرے پاس ہے میرے ساتھ اب بھی ہے تم کیا بگاڑ سکتے ہو۔ انبیاء علیہم السلام کا کمال یہی ہوتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے جادوگر بلائے اس نے سمجھا کہ یہ جو لاٹھی پھینکتا ہے سانپ بن جاتی ہے یہ جادو ہے چونکہ فرعون کے زمانے میں جادوگری اپنے عروج پر تھی جادوگر اس نے جو بلائے وہ پوری مملکت کے مانے ہوئے چوٹی کے اساتذہ تھے جنہیں اس عہد کے فرعون کی طرف سے بلاوا گیا تو وہ جادوگری کے بھی بڑے بڑے سردار تھے مقابلہ ہوا انبیاء علیہم السلام کی ذات بڑی اللہ کو بڑی عزیز ہے اور بہت قیمتی ہوتی ہے۔ اگر آپ کچھ اندازہ کرنا چاہیں اگرچہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے لیکن ایک پہلو ہی دیکھ لیجئے حالانکہ نبوت کے کتنے پہلو ہیں ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ایک پہلو دیکھ لیجئے کہ مبعوث ہونے سے لے کر قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کو قرب الٰہی کے آخری مدارج تک پہنچانے کے لئے سارا نور ایک وجود میں موجود ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے انسان ایمان قبول کر لیں اور سارے منازل قرب الٰہی طے کرنا چاہیں سارے انتہا تک پہنچ جائیں تو ان سب کے لئے برکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود میں موجود ہیں۔ اور انسان ختم ہو جائیں گے انسانیت کی انتہا آ جائے گی برکات نبوت ختم نہیں ہوں گے یہ ایک انسان میں ایک پہلو ہے قیمتی ہے اور اس کی حدود متعین نہیں ہو سکتیں پھر ان ... کو علوم کتنے نصیب ہوں گے معرفت کتنی نصیب ہو گی ذوق کیسے کیسے نصیب ہوں گے کیفیات کیسی کیسی نصیب ہوں گی پھر ان سب کے حالات برزخ میں کیا کیا ہوں گے آخرت میں کیا کیا بھئی یہ تو بڑا لمبا قصہ ہے اور بے شمار اتنے پہلو ہیں کہ آدمی گن ہی نہیں سکتا بظاہر ہم ایک نبی کہتے ہیں۔

لیکن وہ ایک نبی ایک الگ جہان کا امین ہوتا ہے ایسی کروڑوں دنیائیں اس کے پاؤں کے ساتھ چمٹنے والے ایک ذرے کی قیمت نہیں رکھتیں۔

جادوگر تو بڑے ماہر تھے بڑے مانے ہوئے تھے لیکن انہوں نے اساتذہ جو ہوتے ہیں نا فن کے یہ ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں آپ مشاعرہ میں دیکھیں تو شعراء ایک دوسرے کا احترام کریں گے کہ جی آپ پہلے پڑھ لیجئے کوئی عالم کسی مسجد میں آ جائے تو بڑا اکرام یہ کریں گے کہ جی آپ نماز پڑھا دیجئے۔ جادوگروں نے نبی علیہ مان کر نہیں انہوں نے کہا بھئی جس بندے نے فرعون کو اس مصیبت میں ڈالا ہے کہ پورے ملک سے جادوگر تو اس کا مطلب ہے کہ اس فن کا یہ بھی چوٹی کا بندہ ہے عام بندہ نہیں جس نے فرعون کو مصیبت ڈال دی اس لحاظ سے انہوں نے احترام کیا اور صرف یہ کہا کہ حضور ہمیں اجازت ہے ہم اپنا کمال دکھائیں یا آپ پہلے اپنا کمال دکھانا پسند فرمائیں گے جادوگر بھائی سمجھ کر اور بہت پائے کا جادوگر سمجھ کر ادب کا نبی سمجھ کر نہیں نبی سمجھ کر کرتے تو ایمان لے آتے مقابلہ کیوں کرتے لیکن ادب کس لحاظ سے بھی کیا ادب نبی کا کیا اللہ کو وہ ادا پسند آ گئی فرعون فرعون ہی رہ گیا اور جادوگروں کو ایمان نصیب ہو گیا یہ انبیاء اللہ کو اتنے عزیز ہوتے ہیں اللہ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ نبی نہ جانتے ہوئے انہوں نے ادب کیا احترام کیا اپنے ساتھ کا ایک بڑا ماہر فن جادوگر سمجھ کر اور صرف یہ قرآن میں صرف ایک دلیل ملتی ہے کہ انہوں نے اجازت چاہی تھی موسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام اپنی لاٹھی پہلے پھینکیں گے یا ہمیں اجازت ہے ہم اپنا کمال پہلے دکھائیں۔

اب انہیں نبی علیہ السلام کے ساتھ ایمان نصیب ہوا تو فرعون نے کہا بھئی تم تو تم نے زیادتی کی بلایا میں نے تھا مل ادھر گئے ہو تو میں تمہارے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ایک طرف کا بازو اور دوسری طرف کا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دوں گا۔

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور میں تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا بڑی سادہ سی بات انہوں نے کہا اقض جو کرنا چاہتا ہے کر گزر ہو گیا کیا۔

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ اب تو ہمیں پروردگار کے پاس حاضر ہونے کا شوق پیدا ہو گیا ہے تو سولی پہ لٹکائے گا تو تیرا سولی پر لٹکانا ہمیں اس کی بارگاہ میں حاضر کر دے گا۔ اور ہم سے جو گستاخی ہوئی ہے کہ اس کے نبی علیہ السلام کے مقابلے میں آ گئے ہیں اس کا کفارہ بھی ہو جائے گا۔ بخشش کی امید لگا دی ہے تو نے ہمیں۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ جلدی کر جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر مشورے نہ کر رعب نہ جما ہم پر ہیبت طاری کرنے کی کوشش نہ کر فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ جو تو کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ تیرا یہ فیصلہ ہمارے حق میں ہے اب آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں گے جلدی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کے مقابلے میں آنے کی جو جسارت کی ہے اس کا کفارہ ہو جائے گا یار کر بھی گزر تو تو ہمارے کام کر رہا ہے۔ یہ وہی لوگ تھے جو چند لمحے پہلے اپنی ساری امیدیں فرعون سے اور کہہ رہے تھے۔

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں انعام جو ہے وہ قابل ذکر ملنا چاہئے پھر آپ کی شان کے شایان ملنا ہے۔ اس نے کہا اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ تم جیت جاؤ میں تمہیں اپنے اہل دربار میں شامل کروں گا۔ وہ فرعون کے زر و جواہرات وہ فرعون کے دربار کی رنگین کرسیاں اور سنہری کرسیاں وہ فرعون دربار کی عزت و عظمت وہ فرعون کی مصاحبت وزارت ان کے پاؤں نہ روک سکی کیا دیکھ لیا انہوں نے کہ صبح کو میدان میں حاضر ہونے والے جادوگر مشرک کافر اسی ڈوبتے سورج نے انہیں شہداء کے روپ میں دیکھا کس نے انہیں بتایا کہ آخرت ہے کس نے انہیں یہ وعظ کیا کہ اللہ کے حضور جانا ہے کس نے انہیں یہ بتایا کہ وہاں گناہوں کا کفارہ بھی چاہئے کس نے انہیں یہ بتایا کہ جو تم نے کیا ہے یہ گناہ ہے یہ تو کس نے

نہیں بتایا پھر وہ سارا بیان کیسے کرتے چلے گئے نبی کا کمال یہی ہوتا ہے کہ جب نبی کے ساتھ نور ایمان کا رشتہ قائم ہوتا ہے تو علوم نبوت اس راستے سے مومن کے دل میں اتر آتے ہیں وعظ کی ضرورت نہیں رہ جاتی نبی کا وعظ جو لوگ سنتے ہیں وہ محض کلام نبوت کی لذت کے لئے سنتے ہیں نبی بات کرنے کا محتاج نہیں ہوتا نبی کی نگاہ ہی کام کر جاتی ہے نبی کے ساتھ جو رشتہ استوار ہوتا ہے وہ کام کر جاتا ہے۔

ہم نے عظمت نبوت کو سمجھا نہیں ہے ہم نے یوں سمجھا ہے جیسے برادری میں ایک بندہ کھڑ پینچ ہوتا ہے یا ایم این اے بن جاتا ہے یا وزیر بن جاتا ہے کہتے ہیں بڑا بندہ ہے جی اب کوئی مشکل نہیں رہی جی اپنا چچا اپنا ماموں وزیر ہے ہمارے لئے ہم نے اس انداز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھی لیا ہے بس خیر ہے جی ہمارا رسول ہے ہماری موجیں ہیں۔ ہمیں یہ فکر نہیں ہے کہ رسالت سے ہمیں کیفیت کیا نصیب ہوئی نبی علیہ السلام پر ایمان لانا یار جتنا جادوگروں کو آخرت پر یقین آگیا تھا موسیٰ علیہ السلام والوں کو ہمیں اتنا بھی یقین نہ آیا انہیں فرعون بذات خود نہ روک سکا اور ہمیں دو دو لقموں کا لالچ اتباع سنت سے بھگا کر لے گیا انہیں فرعون کی ظالمانہ سزائیں نہ روک سکیں اور ہمیں محض دنیا داروں کا رعب امریکہ کا خوف اور یورپ کا ڈر اللہ کی بارگاہ سے الگ کر کے لے گیا۔ ہمارے منہ سے ہمارے دلوں سے ہمارے ہاتھوں سے اس نے اللہ کی کتاب چھین لی ہمارے کردار پر سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت اٹھ گئی تو کیا سمجھا ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھا ہم نے قرآن کو بلکہ اس دور کا کافر کہتا تھا۔ کافر نے یہ سمجھا تھا کہ ان میں جرات رندانہ کہاں سے آئی۔ یہ جو غلام تھے یہ اتنے مضبوط کیسے ہو گئے۔ یہ جو ہمارے محتاج تھے ہم سے مستغنی کیسے ہو گئے انہوں نے کہا یقیناً ساری بیماری جو ہے اس کتاب میں ہے تو انہوں نے کہا

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ بھئی یہ جو قرآن ہے اسے کبھی مت سننا اور یہی نہیں کہ خود سننا چھوڑ دو

وَالْغَوْا فِیْہِ اس میں شور شرابا کرو دوسروں سے بھی چھڑا دو کیوں قرآن چھڑا دو تمہارا کیا بگڑ رہا ہے فرمایا ان سے قرآن چھین لو گے تو تم ان پر غالب

لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ تب تم ان پر غالب آسکو گے اگر مسلمان کے پاس اس کے دل میں ایمان اس کے ہاتھ میں قرآن رہے گا تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

یار یہ بات تو اس دور کے کافر کو بھی سمجھ آگئی تھی آج ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم قرآن آج بھی لے کر کھڑے ہو جائیں ہمارا عمل قرآن کے مطابق ہو ہمارا عقیدہ قرآن کے مطابق ہو کوئی امریکہ کوئی روس کوئی برطانیہ کوئی یورپ کوئی ظالم کوئی جابر کوئی شہنشاہ کوئی دنیا کی بڑے سے بڑی طاقت ہمارا نہ راستہ روک سکتی ہے نہ سر جھکا سکتی ہے۔ اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ اس دور کے کافروں نے بھی سمجھ لی تھی اگر اتنی سمجھ آج کے مسلمان کو نہیں ہے تو پھر وہ کیسا مسلمان ہے کیا کرے گا میدان حشر میں کیا بتائے گا قبر میں جا کر کہ میں مسلمان تھا کیسے بتائے گا۔

مسلمان کا سب سے بڑا اثاثہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت حاصل ہے دنیا میں بھی وہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکار لیتا ہے قبر میں بھی حشر میں بھی اس کی امید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر ہے لیکن قرآن نے دنیا سے لے کر قیامت تک کی باتیں بتا دی ہیں آج کیا ہو رہا ہے کل کیا ہو گا اور فردہ قیامت کیا ہو گا۔ قرآن نے اسی بات کا جواب دیا ہے کہ جب لوگ اٹھیں گے افراتفری کا عالم ہو گا ہر ایک کو اپنی مصیبت پڑی ہو گی تو برائے نام بھی جو مسلمان تھا جس نے اسلام کے دعویٰ کیا وہ قبر سے اٹھتا ہی بھاگے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کریں گے کہ بار الہا کچھ لوگوں کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کریں گے کہ بار

الہا انہیں میری طرف مت آنے دے انہیں روک دے میری طرف آنے سے کیوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ اللعلمین ہیں کریم ہیں ایسا کیوں کریں گے فرمایا قرآن فرماتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے

رَبِّ اِنَّ قَومِ اتخذوا هٰذَا القران مَهْجُوْرًا

یہ وہ لوگ ہیں جن کے روزمرہ کے معمولات سے قرآن خارج ہو گیا ہے ان کی زندگی کے نصاب سے تیری کتاب خارج ہو گئی تھی ان کا جینا مرنا کھانا پینا دوستی دشمنی تیری کتاب کے مطابق نہیں تھی یہ کہتے تھے کہ قرآن پر عمل کریں تو ہم زندہ رہ نہیں سکتے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن کو مانیں تو ہم سے کافر ناراض ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ قرآن کو مانیں تو حاکم ناراض ہوتے ہیں دولت نہیں ملتی حلال کھائیں تو پیسہ کیسے پورا کر سکتے ہیں ہم اور پھر سب سے بڑی بات کہ کافر حکومتیں ناراض ہو جائیں گی ہم زندہ کیسے رہیں یا اللہ انہیں اب انہی کافر حکمرانوں کے پاس لے جا جن سے ان کی امیدیں وابستہ تھیں میرے پاس مت آنے دے

تو بتائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے ناشناسی کتنا بڑا جرم ہے ہم اپنے آپ کو کتنا بڑا دھوکا دے رہے ہیں۔ لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ بڑی ولایت مل جائے بہت بڑا درجہ مل جائے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی ولایت یہ ہے کہ ہمیں اس شعور کے ساتھ سجدہ کرنے کی توفیق مل جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے اور یہ چھوٹا سا جملہ سمجھنے کے لئے میں نے چالیس برس محنت کی چالیس برس کے بعد یہ جملہ مجھے پتہ ہے یہ آپ کے سر کے اوپر سے گزر رہا ہے یہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا اس لئے کہ خود مجھے اس جملے کو سمجھنے میں چالیس سال لگے ہیں اس کے الفاظ میں سمجھتا ہوں ان کے معنی میں سمجھتا ہوں لیکن اس میں کیفیت کیا ہوتی ہے اسے سمجھنے میں مجھے چالیس برس لگے ہیں۔ اور تب جا کر پتہ چلا کہ یہ کیا دے دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام آدمی کو ایک عام

عام انسان کو THE MAN FROM THE STREET ایک گلیوں کا آدمی جسے پنجابی میں گلی کا ککھ کہتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں گلی محلے کا بندہ جسے پتہ نہیں مردم شماری والوں نے ابھی شمار بھی کیا ہے یا نہیں اس کا کوئی شناختی کارڈ بھی بنا ہے یا نہیں وہ حکومت کے کاغذوں میں اس ملک کا شہری ہے بھی کہ نہیں اس کے لئے بھی یہ انعام موجود ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ایمان استوار کرے تو رب کو روبرو پائے رب سے اپنی بات کرے رب سے بیٹھ کر مشورے کرے رب سے ملاقاتیں کرے کتنا بندہ بن گیا وہ کہاں پہنچ گیا اور-----

اور اپنی امیدیں کافر اور شیطانی طاقتوں سے وابستہ رکھیں کیا مسلمانی ہے؟ نصف صدی بیت گئی اللہ نے ہمیں یہ ملک عطا کیا یہ ملک بڑی قیمتیں دے کر حاصل ہوا اتنی قیمتیں دی گئی اس ملک کے لئے اس چھوٹے سے خطے کے لئے آج کا پیدا ہونے والا بچہ یا اس دور کا نوجوان اسے سمجھ نہیں سکتا سارے بیچارے لوگ ایسے سارے کہ جنہیں کاشتکاری یا اپنی مزدوری کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا ایسے سادے سادے لوگ جنہوں نے کبھی شہروں کا منہ نہیں دیکھا تھا جنہوں نے اپنی عمر میں لاری نہیں دیکھی تھی۔ ایسے لوگ جنہوں نے اپنی عمر میں ریلوے اور ریل گاڑی اور ٹرین نہیں دیکھی تھی وہ سارے لوگ دور دراز بھیڑیں پالنے والے اور بیلوں کے ساتھ ہل چلانے والے اور مزدوری کر کے روٹی انہیں کہا گیا جی ایک ریاست بنے گی اس میں اللہ کے دین کے مطابق حکومت ہو گی اللہ کا قانون ہو گا۔ اور اس قانون کے مطابق مسلمان زندگی بسر کریں گے تو ان سادوں نے اپنے بیل چھوڑ دیے اپنے ریوڑ چھوڑ دیے اپنے گھر چھوڑ دیے اپنے وہ زراعت کے اوزار پھینک دیے اور اس بات پر تن من کی بازی لگا دی کہ ہم مر جائیں گے لیکن پاکستان لے کے رہیں گے انہیں پتہ ہی نہیں تھا کیا ہو گا کیا نہیں۔ صرف وعدہ۔ پھر ان کی عزتیں لٹ گئیں ان کی بیٹیاں لٹ گئیں ان کے بیٹے اس بری طرح ذبح ہوئے آج یہ بات کتنا

آسان ہے لیکن اس دور کے لوگوں کو یاد ہو گا۔ کہ ایک ڈرائیور چھوڑ دیتے تھے بلوائی اور اسے کہتے تھے کہ ریل پاکستان لے جا پوری ٹرین میں ایک ڈرائیور صرف زندہ ہوتا تھا جو چلا رہا ہوتا تھا اور پہلے ڈبے سے لے کر آخری ڈبہ تک لاشوں سے نہیں انسانی جسم کے ٹکڑوں سے بھرے ہوتے تھے اور مشکل ہوتا تھا کہ یہ الگ کی جائے کہ کونسی ٹانگ کس کی ہے اور کونسا بازو کس کا ہے اور کونسا سر کس دھڑ کا ہے یہ ممکن نہیں ہوتا تھا ٹرینوں کی ٹرینیں اس طرح لاہور پہنچتی تھیں۔ جو حکومت نے اعداد و شمار کئے تھے اس زمانے میں وہ یہ تھے کہ پینتیس لاکھ لوگ قتل ہوئے چوراسی ہزار بچیاں اغوا کیں قافلوں سے لوٹ کر ہندوؤں اور سکھوں نے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمان بعض گاؤں میں لڑے بلوائیوں سے مقابلہ کیا انہوں نے سارے شہر کی بوڑھی بچیاں جوان بیبیاں جمع کر دیں ایک ایک حویلی میں گرداگرد لڑتے لڑتے مارے گئے تو عورتوں نے آگ چھڑک کر پوری حویلی کو آگ لگا دی اور یہ ریکارڈ ہے یہ تاریخ کا حصہ ہے کہ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہوتے تھے اور اندر سے چیخیں نہیں کلمے کا ورد سنائی دیتا تھا یعنی جلتی ہوئی عورتیں چیختی چلاتی نہیں تھیں یہ تاریخ ہے کہ لوگوں نے وہ شعلے ابھرتے دیکھے اور ان میں کلمے کا ورد بھی سنا کیوں ایک ملک بنے گا اس میں اللہ کے دین کی حکومت ہو گی۔ اس میں قرآن کی حکومت ہو گی اور اس میں اسلام کی عظمت کا سکہ رائج ہو گا کیا ہوا یہ سب کچھ۔ کیا ہم سب ابھی تک اسی سودی نظام میں نہیں جی رہے۔ کیا ابھی تک ہمارے پاس وہی انگریزی قانون نہیں ہے کیا ہمارا طریقہ انتخاب اور حکومت سازی کا طریق وہی کافرانہ نہیں ہے۔ کیا وفا کی ہم نے ان مرنے والوں سے کیا وفا کی ہم نے ذات باری سے اور کیا سمجھا ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو کیا جواب ہے ہمارے پاس کہ فردہ قیامت کیا کرے گا اللہ ہماری ان لمبی لمبی تسبیحوں کو اور لمبے لمبے سجدوں کو۔ اگر اس کی زمین کفر سے جھلس رہی ہے اگر اس کے بندے کفر کے زیر سایہ سانس لے رہے ہیں اور اگر مسلمان کو اللہ کا نام لینے کی آزادی نہیں ہے وہ چاہے بھی تو ملک میں حلال رزق دریافت نہیں کر سکتا اسے سود کھانا پڑتا ہے نظام ہی سودی ہے اور ہم سب اس کا حصہ بنے ہوئے ہیں اور اس سے انکار نہیں کر سکتے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو میرے خیال میں ہمارے یہ سجدے کہیں لوٹا کر ہمارے منہ پر نہ مار دیے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کہہ دیا جائے کہ تم جسے وعدہ خلاف قوموں کے سجدوں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ضرورت نہیں ہے کہیں یہ نہ ہو کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ دیں کہ یہ وہی لوگ ہیں انہیں میرے پاس مت آنے دو۔ تو پھر فردا قیامت۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں نا۔

یا ہم کرتے ہیں جی بے نظیر کی مخالفت کرو پیپلز پارٹی خراب ہے دوسرا کہتا ہے جی نواز شریف خراب ہے مسلم لیگ کی مخالفت کرو تیسرا کہتا ہے کہ جی یہ جماعت اسلامی والے بڑے بدمعاش ہیں ان کی مخالفت کرو یار اس بات کو رہنے دو کسی کی مخالفت نہ کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت تو کر جاؤ بے نظیر کو رہنے دو اپنا حساب اللہ کو خود دے گی نواز شریف کو رہنے دو اس کا محاسبہ اس کا رب کرے گا۔ ہم اپنا محاسبہ تو کریں کہ ہم اللہ کے دین اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا وفا کر رہے ہیں اور اگر ہم یہ نہیں کر رہے تو پھر کیا کر رہے ہیں کیسے مسلمان ہیں ہم۔ کون سا اسلام ہے ہمارا اور اگر قرآنی تعلیمات کو ہم نے ہی روک دیا ہے اس وقت کافر کہتا تھا یہ غیر ضروری ہیں ان سے بچنا چاہئے آج ہمارے سارے نصاب تعلیم میں اگر نہیں ہے تو قرآن نہیں ہے سب کچھ ہے ریاضی بھی ہے تاریخ بھی ہے سائنس بھی ہے زراعت بھی ہے کھیتی باڑی کے اصول بھی ہیں جمع تفریق بھی ہے تاریخ و جغرافیہ بھی ہے اردو انگریزی ادب بھی ہے بے شمار مصیبتیں کہ پرائمری کے بچے کو سائیکل لے کر نہ دو تو وہ اپنا بستہ اٹھا کر خود سکول نہیں جا سکتا اگر نہیں ہے تو اللہ کی کتاب اس میں یہ مت پڑھنے دو انہیں یہ غلام نہیں رہیں گے یہ بندوں

کی خدائی کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے اس دور میں جو عظمت ابوجہل نے اپنائی تھی اس دور کے حکمرانوں نے وہ اپنا لی ہے اور مسلمانوں کو قیدی اور غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

آج ہم پر سب سے پہلا جہاد جو فرض ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس ملک کو اسلامی ملک بنائیں اگر یہی ملک جو سر چشم ہے آج اللہ کا احسان ہے اس ملک پر کہ تمام اسلامی تحریکیں دنیا میں خواہ کہیں چل رہی ہیں ان کا معاون یہ ملک اور اس ملک کے شہری ہیں اور ان کی جڑیں پاکستان میں ہیں۔ اگر ہم پاکستان کو اسلامی ریاست بنالیں تو ہم نے روئے زمین پر نفاذ اسلام کا راستہ ہموار کر لیا اور اگر ہم نہ بنا سکیں اس کوشش میں جان دے جائیں تو ہم سرخرو ہو گئے کہ بار الٰہا ہمارا جو سرمایہ تھا وہ ہم نے لگا دیا اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے پاس کوئی جواب ہے جو فردہ قیامت ہم دے سکیں گے۔ ہم کہہ سکیں گے۔ یا جس امید پہ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلوائیں یا کہلوا سکیں گے میری سمجھ میں کوئی دوسرا راستہ نہیں آتا اس دور کا کافر قرآن سمجھنے سے روکتا تھا آج ہم نے خود اپنی نسلوں کو قرآن فہمی سے دور کر دیا۔

یہ بات آپ کے سوچنے کی ہے فکر کی ہے سمجھ کی ہے اسے سوچنے اللہ کریم سمجھ دے تو اسے اپنائیے اور ملکر ایک کوشش اور کریں ایسی نہیں کہ جس میں رسم ہو ایسی کوشش کہ جو یا اس ملک پر اسلام نافذ کر جائے یا پھر ہمیں اس کی راہ میں شہادت سے سرفراز کر جائے کچھ تو ہو کبھی تو اگر ہم اسلامی ریاست میدان حشر میں پیش نہ کر سکیں تو کٹا ہوا سینہ اور کٹا ہوا گلا اور پھٹا ہوا جگر تو دکھا سکیں کہ بار الٰہا میں نے اپنا سرمایہ لگا دیا تھا تیسرا کوئی راستہ میری سمجھ میں نہیں ہے۔ اللہ کریم ہمیں حق کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں یہ جرات رندانہ عطا فرمائے اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر دین برحق کی حکومت قائم فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثمر عابد زبیری

آویزہ بن کے سج گئے کانوں میں رب کے نام
قرآن کو میں نے ہار گلے کا بنا لیا

چہرے پہ غازہ مل لیا بطحا کی خاک کا
سجدوں کا ٹیکہ ماتھے پہ میں نے سجا لیا

اب ہونٹ سج رہے ہیں درود و سلام سے
آنکھوں میں سرمہ دید کا میں نے لگا لیا

ڈالی بدن پہ میں نے ردا ان کے نام کی
رحمت نے جن کی سارے جہاں کو چھپا لیا

سج دھج کو اپنی دیکھ کے حیران رہ گئی
ان کے کرم نے مجھ کو کہاں پہ بلا لیا

الاخوان

قاسم

آیا ہے اللہ کا لشکر
دین حق کا پرچم لے کر
اپنے مولا کی نصرت سے
چھائے گا ساری دنیا پر
روندے گا ہر اک ظالم کو
اب طاقت کا طوفان بن کر
باطل سے ٹکرا کر رہنا
لازم ہے بس اپنی جان پر
جینے کا مقصد اتنا ہے
مرنا ہے تو حق کی خاطر

رکاوٹ

شیخ مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

اللہ کریم کا احسان ہے صدیوں کی محنت اور اہل دل کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے رب جلیل نے ہمیں یہ آزاد ملک عطا فرمایا اور معلوم تاریخ انسانی میں جہاں تک کی تاریخ انسانوں کی معلوم ہے وہاں تک کی تاریخ میں کوئی ملک محض عقیدے کی بنیاد پر ایک براعظم یا ایک برصغیر یا ایک مملکت سے الگ وہ کر ایک حصہ کاٹ کر ایک ملک بنایا گیا ہو یہ واحد ملک ہے پوری انسانی تاریخ میں جس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والوں کو یکجا ایک طرف الگ کر دیا گیا اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتے انہیں یہاں سے الگ کر دیا گیا یہ چھوٹا تھا یا بڑا اس کا فلسفہ ایمان اسلام اور دو قومی نظریہ تھا لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ نصف صدی بیت گئی ملک الگ ہو گیا لیکن وہ آزاد نہ ہو سکا اس پر حکومت اسی دستور کی رہی اس کی معیشت وہی رہی اس کا سیاسی نظام وہی رہا اس کی عدلیہ کا نظام وہی رہا جو تقسیم سے پہلے تھا یا جو تقسیم ہونے کے بعد ملک کے دونوں حصوں پر ہے یعنی صرف آبادی تقسیم ہوئی حکومت سیاست عدلیہ قانون معیشت یہ کچھ بھی تقسیم نہیں ہوا وہی ہے اور اسلام نافذ نہ ہو سکا۔ اب ہم جب بڑی زور دار تقریریں کرتے ہیں اور بڑے جلسے ہوتے ہیں اور بڑا شور شرابا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہاں امریکن رکاوٹ ہے اس ملک میں اسلام نافذ نہیں ہونے دیتا برطانیہ رکاوٹ بنتا ہے مغرب رکاوٹ بنتا ہے ہندو سازشیں کرتے ہیں لیکن یہ ساری باتیں افسانے ہیں۔ حق پتہ ہے کیا ہے؟

حق یہ ہے کہ اسلام کے راستے میں میں اور آپ رکاوٹ ہیں امریکہ نہیں روک سکتا۔ برطانیہ نہیں روک سکتا۔ ہندو نہیں روک سکتا اسلام کی راہ میں رکاوٹ میں اور آپ ہیں۔ علماء کرام ہیں پیران عظام ہیں مریدان باصفا ہیں مسلمان ہیں اس ملک کے شہری ہیں۔ بھلا ہم اور اسلام کے راہ میں رکاوٹ بنیں یہ تو زیادتی ہے یہ ویسے ہی آپ نے زور بیان میں کہہ دیا اس کی کوئی دلیل

میرے بھائی بڑی سادہ سی بات ہے جب صحابہ کرام نے اسلام قبول کیا تھا کتنے امکانات تھے مکے پر اسلام کے نفاذ کے کوئی تھا امکان؟ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے زندگی کے باقی بچنے کا بھی کوئی امکان تھا۔ جب وہ بدر میں صفیں بنا رہے تھے کسی طریقے کسی پیمانے کسی ظاہری اسباب سے ثابت کر دیجئے کہ ان کے پاس ان کی فتح کا کوئی دلیل تھی کہ ہم جیت جائیں گے کوئی بھی نہیں ان کے پاس صرف ایک دلیل تھی اور وہ یہ تھی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کے بعد ہمارا کفر کے ساتھ سمجھوتہ نہیں ہو سکتا ہم رہیں یا نہ رہیں ہم باقی بچیں یا مٹ جائیں ہمیں فتح ہو یا شکست ہو ہم قید ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں ہمارے گھر اجاڑ دیے جائیں ہمیں شہروں

سے نکال دیا جائے وہ کہتے تھے جو ہونا ہے وہ ہو جائے لیکن ہم کافرانہ نظام کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرتے۔ کافر کے ساتھ جھگڑا نہیں کیا اسلام نے۔ کافر تو قید ہو کر جنگی قیدی بن کر مدینہ منورہ میں آئے غلام بن کر رہے اور اپنی کافرانہ عبادتیں کرتے رہے کسی نے بت پوجنے سے منع نہیں کیا کافروں کے وفود آئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر ٹھہرے اور اپنی کافرانہ عبادتیں کرتے رہے کسی نے منع نہیں کیا۔

عیسائیوں کا ایک وفد آ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ٹھہرا ہوا تھا وفد کے ایک رکن نے رات کو اٹھ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں پیشاب کر دیا صبح جب خبر ہوئی صحابہ کرام ناراض ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قوم کا اپنا ایک رہنے کا طریقہ ایک تہذیب ایک اخلاق ہوتا ہے ممکن ہے ان کے علاقے میں لوگ جس گھر میں رہتے ہوں اسی کے صحن میں پیشاب کر دیتے ہوں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے جتنی جگہ پر کسی نے پیشاب کی ہے وہ مٹی کھود کر اسے باہر پھینک دیا جائے لیکن وفد والوں سے کچھ نہ کہا جائے اس کا مطلب ہے کافر کو اسلام نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اگر کفر پر رہنا چاہتا ہے تو رہے یہ حق اللہ نے ہر بندے کو دیا ہے کہ وہ ایمان قبول کرنا چاہتا ہے یا کفر پر رہنا چاہتا ہے لیکن کافرانہ نظام کو مسلمانوں نے کبھی اپنے اوپر قبول نہیں کیا۔ کہیں بھی یہ ممکن نہیں تھا مکہ میں صرف مسلمان نہیں تھے کہ نیا مذہب اسلام آ گیا اسلام سے پہلے وہاں متعدد مذاہب تھے مشرک تھے بت پرست تھے دہریے تھے یہودی تھے عیسائی تھے تو وہ آپس میں کیوں نہیں لڑتے تھے اپنی اپنی ہر کوئی عبادت کرتا تھا بتوں کو پوجنے والا بت کو پوج لیتا تھا چاند کو پوجنے والا چاند کو سورج کو کاہنوں کے پوجنے والے کاہنوں کی پرستش کرتے تھے فرشتوں کے پجاری فرشتوں کو پوجتے تھے جنوں کے پوجنے والے موجود تھے جو جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے جھگڑا ان کا کیوں نہیں ہوتا تھا ان کا سیاسی معاشی اور عدالتی نظام ایک تھے۔ وہ نظام سب کے لئے کیوں نہیں ہوتا تھا ان کا سیاسی معاشی نظام ایک تھے۔ وہ نظام سب کے لئے قابل قبول تھا سارے اسی سسٹم میں رہتے تھے اسلام نے آ کر اس سسٹم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اسلام نے کہا جی ہمارا سیاسی نظام بھی وہ ہو گا جو اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے گا ہمارا معاشی نظام وہ ہو گا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں گے ہمارا عدالتی نظام وہ ہو گا۔ جو اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں گے ہم آپ کی نہ عدالت قبول کرتے ہیں نہ آپ کی سیاست قبول کرتے ہیں نہ آپ کا معاشی نظام قبول کرتے ہیں۔ اہل مکہ نے کہا کہ تمہیں ہمارا معاشی نظام قبول نہیں ہے تو ہم تمہارے ساتھ معاشی مقاطعہ کرتے ہیں تمہارے ساتھ کوئی لین دین نہیں کریں گے اور تمہیں ہماری تہذیب قبول نہیں ہے تو ہمارا شہر چھوڑ دو ہماری سیاست قبول نہیں ہے تو ہمارا سیاسی دائرہ اثر چھوڑ دو چنانچہ مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا گیا اور تین سال کوئی آدمی ایک جو کا دانہ مسلمانوں پر فروخت نہیں کرتا تھا اور مسلمانوں کے پاس اگر ہیرا اور جواہرات بھی تھے تو کوئی آدمی مٹی کے بھاؤ بھی نہیں خریدتا تھا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ماؤں کے سینوں سے دودھ خشک ہو گیا اور بچے بھوک سے بلکنے لگے۔ اکابر صحابہ نے پرانے جوتوں کا چمڑا جلا کر اس کی چھائی پھانک لی اور اوپر سے پانی پیا یہ بھی غذا کھائی گئی شعب ابی طالب میں لیکن سودی معاشی نظام کے ساتھ سمجھوتہ نہیں ہوا۔ موت سے بدتر سزا تھی شعب ابی طالب کے تین سال صحرا کی تپتی دھوپیں انہوں نے اپنے سروں پر برداشت کیں بچوں کو بلکتے سسکتے ہوئے دیکھا لباس پھٹ گئے وجود پھٹ گئے ہاتھ اور پاؤں پھٹ گئے تین سال بعد جو معاہدہ اہل مکہ نے لکھ کر بیت اللہ پہ لٹکایا تھا اسے دیمک کھا گئی اور معاہدہ ختم ہو گیا اس کے الفاظ مٹ گئے وہ کاغذ ختم ہو گیا اور مسلمان واپس آ گئے لیکن سمجھوتہ نہیں کیا واپس بھی آئے تو اسی نظام کے باغی تھے جو وہاں تھا لہٰذا

انہیں ہجرت کرنا پڑی شہر چھوڑ دیا مکہ مکرمہ جیسا شہر چھوڑ دیا جہاں روئے زمین کے مسلمان ایک لمحے کی زیارت کے لئے جاتے ہیں انہوں نے چھوڑ دیا جو وہاں پیدا ہوئے تھے وہاں پلے بڑھے تھے جن کے گھر وہاں تھے جن کی جائیدادیں وہاں تھیں جن کی زمینیں وہاں تھیں جن کے رشتے ناطے وہاں تھے جن کے دوست احباب وہاں تھے چھوڑ دیا مکہ چھوڑنا گوارا کر لیا اور کافرانہ نظام سلطنت کافرانہ سیاسی نظام کافرانہ معاشی نظام اور کافرانہ عدالتی نظام کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے دیکھا اور دنیا دیکھتی رہے گی اور آج تک لوگ دیکھتے رہے کہ باطل کو رخت سفر باندھنا پڑا اور اسلام نافذ ہوا نہ صرف نافذ ہوا بلکہ وہ اسلام کا منبع بن گیا اور اس منبع سے چشمہ ایسا پھوٹا جس نے پوری انسانیت کو سیراب کر دیا اور اسلام روئے زمین پر غالب آیا۔ اللہ قادر ہے لیکن اس کا سبب وہی جانباز جانفروش صحابہ کرام بنے جنہوں نے کافرانہ نظام سے سمجھوتہ نہیں کیا قربانیاں دیں ماریں کھائیں شہید ہوئے قید ہوئے ایذا برداشت کی لیکن اس کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔

یہاں اسلام کیوں نافذ نہیں ہوتا میں نے آپ نے ہم سب نے کافرانہ نظام کے ساتھ سمجھوتہ کر رکھا ہے ہمارا اسلام صرف یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں ہم نماز پڑھ لیتے ہیں ٹھیک ہے ہم روزہ رکھ لیتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا ہم اپنے مال پر زکوۃ دیتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا حج کر لیتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا یہی اسلام ہے یہ اسلام نہیں ہے۔ آپ کو پتہ ہے جب یہاں انگریز کی حکومت تھی تو پورے متحد ہندوستان میں علماء جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور جمعے کا دوگانہ پڑھنے کے بعد چار رکعت فرض پھر دہرائے جاتے تھے ظہر احتیاطاً" کہ یہ جمعہ نہیں ہوتا چھوڑا اس لئے نہیں تھا علماء نے کہ ترک کر دینے سے لوگوں کو جمعے کی نماز ہی بھول جائے گی۔ تو فرماتے کہ جمعہ پڑھ لیا جائے اور جمعے کے بعد چار فرض ظہر کے دہرائے جائیں اور پورا برطانوی راج جب تک رہا تو وہ پڑھا کرتے چار رکعت نماز فرض احتیاطاً" پڑھ رہا ہوں چار فرض ظہر کے بھی دہراتے تھے کہ محکوم کا جمعہ ادا نہیں ہوتا۔

تو کیا انگریزوں کا وجود یہاں تھا تو ہم محکوم تھے انگریزوں کا وجود چلا گیا اور وہی قانون کلمہ گو لے کر بیٹھ گئے تو ہم آزاد ہو گئے بھئی آزادی یا غلامی کا CONCEPT تو نظام سلطنت کے ساتھ ہے افراد کے ساتھ تو نہیں۔ اگر حکومت کرنے والے لوگ اس ملک کے شہری ہیں لیکن حکومت کرنے کا انداز برطانوی ہے قانون برطانوی ہے معیشت برطانوی ہے سیاست برطانوی ہے تو پھر میرے بھائی حکومت برطانیہ کی ہے پھر آپ کا میرا جمعہ کیسے روا ہو گیا۔ یعنی اگر حق پہ فیصلہ کیا جائے تو ہم اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ ہم جمعے کی نماز ادا کر سکیں۔ اور اگر ہم اس لپیٹ میں آتے ہیں تو پھر ہماری باقی عبادتوں کا کیا حال ہو گا جن پہ ہمیں بڑا فخر ہے ہمیں بڑا ناز ہے ہم نے اتنے حج کئے ہم نے اتنے عمرے کئے ہم نے اتنی تقریریں کیں ہم نے اتنی کتابیں لکھیں ہم نے اتنے وظیفے پڑھے ہم نے اتنے چلے لگائے ہم نے اتنی تبلیغ کی کس بات کی کس بات کے چلے لگائے ہم نے۔ لہٰذا میرے بھائی میرا اور آپ کا سمجھوتہ کافرانہ نظام کے ساتھ جسے قرآن کہتا ہے

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جس نے اس طرح فیصلہ نہ کیا اس طرح حکومت نہ کی اس طرح طے نہ کیا اس طرح کا کردار نہ اپنایا جو اللہ نے نازل کیا ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ تو ایسے لوگ جو ہیں وہ سارے کے سارے ظالم ہیں۔ ہم اسے حکومت پر تھونپ کر بس ہو جاتے ہیں میرا اور تیرا حکم یہ ہے کہ ہم نے اس قانون کو مان رکھا ہے ہم نے بھی تو ایک فیصلہ کیا ہوا ہے کہ خیر ہے گزارا ہو رہا ہے بچے پل رہے ہیں تو معاف کیجئے گا یہ مسلمانی ہندوستان میں بھی ہے صرف پاکستان میں نہیں لوگ ہندوستان میں نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اگر یہی مسلمانی ہے تو یہ جاپان میں ہے چین میں ہے یورپ میں ہے امریکہ میں ہے افریقہ میں ہے کہاں نہیں

ہر ملک میں جہاں مسلمان رہتے ہیں وہ نماز بھی پڑھتے ہیں وہ روزے بھی رکھتے ہیں وہ نکاح بھی کرتے ہیں ان کے جنازے بھی ہوتے ہیں دفن بھی کئے جاتے ہیں حج بھی کرتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے تو کافرانہ نظام سلطنت کو چیلنج نہیں کر سکتے امریکہ میں مسلمان یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ یہاں کا نظام سلطنت اسلامی ہونا چاہئے برطانیہ میں مسلمانوں کو یہ کہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ مطالبہ کریں کہ یہاں کا نظام سلطنت اور یہاں کی سیاست و معیشت اسلام کے مطابق ہو۔ چین میں جاپان میں یورپ کے دوسرے ملکوں میں کہیں بھی نہیں۔ تو کیا ان ملکوں میں جو اسلامی کہلاتے ہیں ان میں بھی یہ بات چھوڑ دی جائے کہ اسلامی طرز حکومت نہ ہو تو اسلامی ملک کس کس نظر سے آپ انہیں اسلامی کہتے ہیں اسلامی ملکوں کو اسلامی کس لئے کہا جائے۔

یہاں تو حال یہ ہے کہ پرسوں کے اخبارات میں میں دیکھ رہا تھا کہ ایک عیسائی رکن اسمبلی نے اسمبلی میں تقریر شروع کرنے سے اس نے جو بسم اللہ پڑھی یہ تھی کہ شروع کرتا ہوں خدا اور اس کے بیٹے کے نام سے آپ کا سب سے مقدس ایوان تو اسمبلی ہی ہے نا تو اسمبلی میں تو افتتاح خدا کو بیٹے دیے جا رہے ہیں اس ملک میں عیسائی زیادہ ہیں یا برطانیہ میں مسلمان زیادہ ہین بائیس لاکھ سے پچیس لاکھ کے قریب مسلمان ہیں برطانیہ میں وہاں تو انہیں کوئی سیٹ اسمبلی کی نہیں دی جاتی کہ یہ مسلمانوں کی الگ سیٹ ہے یہاں عیسائیوں کی سیٹیں الگ کیوں ہیں اس لئے کہ وہاں برطانیہ کا اپنا قانون ہے اور یہاں بھی برطانیہ ہی کی حکومت ہے اگر یہاں اسلامی قانون ہوتا تو نظام سلطنت کو سنبھالنا مسلمانوں کی ذمہ داری تھی عیسائیوں کی نہیں۔ عیسائی اس ملک میں بحیثیت ذمی رہ سکتے ہیں۔ معزز شہری کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ اپنے انسانی اپنے شہری حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن حکومت نہیں کر سکتے جزیہ دے کر ذمی بن کر رہ سکتے ہیں غیر مسلم کے لئے پاکستان کی فوج میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے گنجائش نہیں ہے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ غیر مسلم کی جان مال آبرو اور املاک کی حفاظت مسلمان فوج کرے غیر مسلم جو ہوتا ہے وہ مسلم ریاست میں غیر مسلم ہونے کا ٹیکس دیتا ہے جسے جزیہ کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ ہے کہ جو شہر مسلمانوں نے فتح کیے اور غیر مسلموں سے جزیہ لیا اور بعض اوقات عیسائیوں نے واپس لے لیے تو شہر چھوڑتے وقت مسلمان جرنیلوں نے ان کا وہ ٹیکس لوٹا دیا جو جزیے کے نام پر لیا گیا تھا کہ ہم آپ کی حفاظت سے دست بردار ہو رہے ہیں لہٰذا اس ٹیکس پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے یہ آپ کے پیسے ہیں واپس لے لو۔

تو یہاں ان سپریم کورٹ میں عیسائی ہندو ہماری سپریم کورٹس میں جج ہیں ہماری یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر پاکستان میں ہندو ہیں۔ یونیورسٹی اسلامی یونیورسٹی ہے اور اس کے چلانے والا ہندو ہے اسی ملک میں قانون کی اعلیٰ عدالتوں سیاست میں آپ کی کابینہ میں آپ کی وزارتوں میں عیسائی تو عیسائی ہندو بیٹھے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ نظام سلطنت کافرانہ ہے اور جو اس نظام کو قبول کرتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں ظالم ہے

فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ اب یہ طے کرنا اس بات کو سوچنا خود ہماری ذمہ داری ہے کہ ظالم کی نماز ہوتی ہے ظالم جو صدقات اور زکوٰۃ دیتا ہے کیا ادا ہوتی ہے ظالم جو روزے رکھتا ہے وہ قبول ہوتے ہیں ظالم جو حج کرتا ہے ان کو کس کھاتے میں گردانا جائے گا۔ یا اسے پہلے ظلم سے باز آنا ہو گا۔ ارے ظالم تو کافر کو کہا جاتا ہے ظالم تو مشرک کو کہا جاتا ہے۔ ظلم تو شرک۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بہت بڑا ظلم ہے شرک کرنا تو کیا ہماری مسلمانی کے لئے ظلم سے تائب ہونے کی بھی کوئی گنجائش کوئی موقع کوئی وقت آیا یا نہیں آیا۔ الم یعلن الذین اٰنَ یَخْشَوْا قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہ کیا مسلمانوں پر وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دلوں پر اللہ کی ہیبت طاری ہو اور اللہ کو یاد کریں اور ظلم سے باز آ جائیں۔

آپ کو مختلف سلاسل میں ایک نام ملتا ہے فضیل ابن

ایاز۔ اکثر سلاسل تصوف میں بہت بڑے صوفی گزرے ہیں ان کا نام آتا ہے یہ فضیل ابن ایاز ڈاکو تھے اور اتنے بڑے ڈاکو تھے کہ جس صحرا میں یہ رہتے تھے جو لوگ واقف تھے اس طرف سے انہوں نے گزرنا چھوڑ دیا ہوا تھا۔ ایک قافلہ جا رہا تھا اس میں کچھ درویش بھی تھے صاحب حال بزرگ تھے انہیں لوگوں نے روکا کہ یہ علاقہ فضیل ابن ایاز کا ہے ادھر سے مت گزرو انہوں نے کہا ہم اپنا راستہ نہیں بدلیں گے ایک فضیل ہوں یا دس فضیل ہوں ہم اپنے راستے پر جائیں گے صحرا میں قافلے نے پڑاؤ کیا سحری کا وقت تھا لوگوں نے تہجد کی نماز ادا کی فضیل نے شب خون مارا تو وہ بزرگ پڑھ رہے تھے تلاوت کر رہے تھے اور یہ ایہ کریمہ اس پر اس وقت وہ پہنچے تھے **الم یعن الذین اٰمنوٓا اٰن بخشں قلوبھم الذکر اللہ** کہ مسلمانوں کب کس لمحے کس گھڑی تمہارے دل پر اللہ کی عظمت چھا جائے کبھی کوئی لمحہ آئے گا تمہاری زندگی میں کہ تمہارا دل ہیبت الٰہی سے لرز اٹھے اور تم اللہ کو یاد کرنے لگ جاؤ وہ شخص جو ڈاکو کے نام سے مشہور تھا اس نے یہ ایہ کریمہ سنی تو ہتھیار پھینک دیئے اور تب سے لے کر دم واپسیں تک اللہ کی یاد میں عمر بسر کی نہ صرف خود یاد کرتے رہے بلکہ بہت سے سلاسل تصوف کے شیخ ہوئے ہیں اور بے شمار دنیا کو اللہ کے راستے پر لگانے والے۔ لیکن وہ ایک لمحہ تھا جس کی زبان سے الفاظ نکل رہے تھے اس کے بھی دل کی ان میں کوئی تاثیر اور توجہ شامل تھی اور اس زمانے کے ڈاکوؤں کے دل بھی شاید اتنے نرم تھے کہ قرآن کی آواز کو قبول کر لیتے تھے۔ اب سٹیج پر ہم رہ گئے ہیں شاید ہماری زبان میں ہمارے دل کا درد شامل نہیں ہوتا اور سننے والوں کے دل اس زمانے کے ڈاکوؤں سے بھی زیادہ پتھر ہو گئے ہیں کہ ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا

تو میرے بھائی اسلام کا راستہ امریکہ نہیں روک سکتا اسلام کا راستہ مغربی طاقتیں نہیں روک سکتیں اگر مغربی طاقتوں کے بس کی بات ہوتی اگر امریکہ کے بس کی بات ہوتی ہندوستان کے بس کی بات ہوتی تو یہ ملک تقسیم ہی نہ ہوتا۔ کیا امریکہ کو پسند تھا کہ مسلمان ریاست بن جائے کیا برطانیہ کو اس بات کی خوشی تھی کہ بن جائے کیا ہندو یہ چاہتے تھے ہندو تو یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کا نقشہ ہی مقدس گائے کا نقشہ ہے اور ہم مقدس گائے کے دو ٹکڑے نہیں ہونے دیں گے لیکن وہ نہیں روک سکے کیوں نہیں روک سکے میں اور آپکی بات نہیں مانتے عام آدمی انکی بات نہیں مانتا تھا عام شہری مسلمان جو تھا یہ سادہ مزدور فقیر دکاندار کاشتکار تاجر سیاست دانوں کو چھوڑ دیں سیاست دان تو اس زمانے میں بھی انہی کے تھے آج بھی انہی کے ہیں

میں اور آپ ان کی بات نہیں مانتے تھے ہم کہتے تھے لے کہ رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ یہ میں اور آپ کہتے تھے اسی زمانے کے میں اور آپ ان دنوں کے میں اور آپ جو تھے وہ یہ کہتے تھے لے کہ رہیں گے پاکستان بٹ کہ رہے گا ہندوستان پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ۔ کوئی طاقت روک سکی ہندوستان کو بٹنے سے پھر نفاذ اسلام کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ میں اور آپ آج نہیں کہتے کہ اسلام نافذ ہو گا اور ہمیں یہ غیر اسلامی قانون قبول نہیں ہے۔ ہم بھی اسی سودی معیشت سے کھاتے ہیں ہم بھی کوشش کرتے ہیں کہ بچہ ایکسائز میں بھرتی ہو بیٹا پولیس آفیسر لگے بیٹے کو وہاں نوکری ملے جہاں زیادہ رشوت ملتی ہے۔ فوج میں جو بھرتی کرانے آتا ہے نا یہاں میرے پاس بھی کہتا ہے سپلائی میں ہو جائے حرام کی بوریاں آٹے کی لاتا رہے پھر ٹھیک ہے میں اور آپ ہم رکاوٹ بن گئے ہیں نفاذ اسلام کی راہ میں ہم ظالم ہیں۔ ہم نے ظلم سے سمجھوتہ کر لیا ہے ہم نے غیر اسلامی معیشت قبول کر لی غیر اسلامی سیاست قبول کر لی۔

یار ایسا کرو کہ کبھی تو کوئی تو ایسا ہو جو آنے والوں کے لئے راستہ بتانے کا سبب بن جائے اور جانے والوں کی تلافی کا سبب بن جائے کوئی نس تو ایسی ہو جو گردن کٹا کر اپنا خون دے کر اپنے بزرگوں کی تلافی کر دے اور آنے والوں کو اپنی اولاد کے لئے راستہ متعین کر دے کوئی خون تو اسلام

کے نام پر بھی حلال ہو۔ ہم نے سات روپے کی تنخواہ پر کافرانہ نظام کے لئے پہلی جنگ عظیم لڑی ہمارے باپ دادا سات روپے تنخواہ پاتے تھے اور پہلی جنگ عظیم ہمارے باپ دادا نے لڑی اور پوری جنگ عظیم میں پوری دنیا پر ان کے لاشے مٹی میں مل گئے واپس نہیں آئے۔ اور یہاں عجیب حال ہو گیا تھا جنگ عظیم دوم میں سیکنڈ ورلڈ وار میں اتنے لوگ لڑائی پر چلے گئے کہ شہر اور گاؤں عورتوں سے بھرے رہ گئے اور جو بچیاں جوان ہو جاتی تھیں تو لوگ کہتے میں تو مر رہا ہوں یار بیٹی کی شادی کروں گا۔ داماد جو ہے وہ تو محاذ پر ہے آ ہی نہیں رہا تو پھر کیا ہونا یہاں اس علاقے میں رواج ہو گیا تھا کہ میری بیٹی کا نکاح ایک اس لکڑی کے ڈنڈے سے کر لو ایک کانے سے کر لو اس کا نزی کا ایک وہ کانا لے آؤ اس سے کر لو لیکن میری بیٹی کا نکاح کر کے اسے اپنے گھر لے جاؤ جب تمہارا بیٹا واپس آئے تو دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کر دینا فرضی شادیاں لوگوں نے یہاں کیں ہمارے دیکھتے ہوئے کیں ہم وٹنس ہیں اس کے ہم گواہ ہیں۔ اور بندے ورلڈ وار دوم میں کوئی برما سے جاپانیوں کے خلاف لڑ رہا ہے ہمارا جاپانیوں نے کیا بگاڑا تھا اور ہماری ہٹلر کے ساتھ کیا دشمنی تھی ہٹلر نے بمبار فٹ کر کے تباہ کر دیا تو برطانیہ کو ہم پر تو ہٹلر کا کوئی بم نہیں گرا لیکن ہم چند روپوں کے لئے پچیس ۲۵ روپے تنخواہ کے لئے اکیس روپے تنخواہ کے لئے مصر میں لڑے ہم یورپ میں لڑے ہم برلن تک گئے ہم ماسکو تک گئے ہم جاپان تک گئے ہم نے اپنی جانیں دیں اپنا خون دیا اور ملا کیا انگریز کی بچی ہوئی روٹی کا ٹکڑا۔ انگریز کے پرانے بوٹ اور انگریز کے اترے ہوئے کپڑے جو آج بھی پہن کر ہمارے بزرگ فخر کرتے ہیں۔ آج بھی اتنا مال آپ کے اپنے کارخانوں کا نہیں بکتا جتنا لنڈے میں آ کر انگریز کی اترن بکتی ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے چند لقموں کے لئے کیا۔ ہم نے کیا ہمارے باپ دادا نے کیا ہمارے بزرگوں نے کیا۔ ہماری اس میں کتنی نسلیں بیت گئیں

اب آؤ ایک کام ایسا کریں وہ جیسے بھی تھے اس سارے نظام میں وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہے اور دین ہمیں دے کر گئے۔ اب حق یہ ہے کہ ہم اپنی گردن اس دین پر کٹا کر ان کے گناہوں کا کفارہ بھی ادا کر دیں کہ یار الہا ہمارے بزرگوں سے جو نہ ہو سکا وہ ہم نے کر دیا۔

جب ایک ضروری کام کی موجودگی میں دوسرا ضروری کام آپڑے

—— حدیث ابن عمرؓ: حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ احزاب (خندق) سے فارغ ہو کر لوٹے تو آپؐ نے حکم دیا: کوئی شخص نماز عصر نہ پڑھے جب تک کہ بنی قریظہ میں نہ پہنچ جائے۔ پھر بعض لوگوں کو عصر کا وقت اثناء راہ میں آ گیا تو ان میں سے کچھ کہنے لگے ہم تو جب تک بنی قریظہ میں نہ پہنچ جائیں نماز عصر نہ پڑھیں گے اور کچھ نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے کیونکہ آپؐ کی مراد یہ نہ تھی کہ نماز قضا کی جائے (بلکہ ارشاد کا مدعا یہ تھا کہ روانگی میں عجلت کی جائے) بعد ازاں جب اس معاملہ کا ذکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کیا گیا تو آپؐ دونوں میں سے کسی کے طرز عمل پر ناراض نہ ہوئے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۳ صلاة الخوف، باب ۵ صلاة الطالب والمطلوب راكباً و ایماءً،

اجتماع

لنگر مخدوم

6 اکتوبر بروز جمعرات شروع ہوگا
اور جمعہ کے روز جاری رہے گا

کرنل مطلوب حسین ناظمِ اعلیٰ

ٹرانسپورٹ کے لیے
سرگودھا اڈہ پر
سرگودھا گردونواحات کی طرف سے
انتظام ہوگا۔ جس کی
آخری بس 5 بجے
شام روانہ ہوگی۔
آخری بس کیلئے
انتظار کیجئے،
ایسا نہ ہو آپ کو اس
بس جگہ نہ مل سکے۔

محاسبہ

قرآن حکیم نے متعدد انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے قصے اس مقصد کے لئے بیان فرمائے ہیں کہ بعثت نبوی الصلوۃ والسلام کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مبعوث ہوتے رہے اور جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوا تو اسے کسی کا کیا ہوا کام نہیں ملا اسے کام کرنا پڑا۔ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہی اس لئے ہوتے ہیں کہ جب تاریکیاں بڑھ جاتی ہیں تو اس تاریکی کو دور کرنے کے لئے اور روشنی پھیلانے کے لئے ہر صاحب کتاب نبی تب مبعوث ہوتا ہے۔ کچھ انبیاء علیہم السلام جوانہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو جاری رکھنے کا سبب بنتے ہیں وہ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں اپنے سے پیش رو یا جس کی کتاب معبوث ہوتا ہے۔ کچھ انبیاء علیہم السلام جو انہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو جاری رکھنے کا سبب بنتے ہیں وہ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں اپنے سے پہلے اپنے سے پیش رو یا جس کی کتاب کا اتباع انہوں نے کرنا ہوتا ہے اس کا کیا ہوا کام ملتا ہے لیکن جو بھی صاحب کتاب مبعوث ہوتا ہے اس کی بعثت کی ضرورت ہی یہ ہوتی ہے کہ اللہ کا کلام یا اللہ کا بتایا ہوا دین گم ہو چکا ہوتا ہے تب کوئی کتاب نازل ہوتی ہے اور صاحب کتاب نبی مبعوث ہوتا ہے۔ تیسری بات جو اس آیہ کریمہ میں ہے وہ یہ ہے کہ دنیوی مفادات کے اسیر جو لوگ ہوتے ہیں وہ ایک قبیلہ بن جاتے ہیں ایک طاقت بن جاتے ہیں آپس میں وہ لڑتے بھی ہیں ایک دوسرے کی مخالفت بھی کرتے ہیں ایک دوسرے سے مقابلہ بھی کرتے ہیں لیکن حق کے مقابلے میں وہ متحد رہتے ہیں ہمیشہ اور حق کو قبول کرنے کی توفیق ہمیشہ ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو دنیوی مفادات کے اسیر نہیں ہوتے۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ دنیوی مفادات سے محروم لوگ یا غریب لوگ یا دنیوی اعتبار سے کمزور لوگ کچھ بگاڑ نہیں سکتے نہ وہ بگاڑ سکتے ہیں نہ امراء بگاڑ سکتے ہیں یہ فتح و شکست قادر مطلق کے دست قدرت میں ہوتی ہے اور ہمیشہ وہ لوگ فتح پاتے ہیں جو حق پر ہوتے ہیں۔ چوتھی بات اسی آیہ کریمہ میں یہ موجود ہے کہ نبی خود لوگوں سے مفاد حاصل کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوتا کوئی تحریک پیدا کر کے کوئی موومنٹ بنا کر لوگوں کو کسی ایک پلیٹ فارم پر لا کر ان سے کسی عہدے کی طلب رکھنا ان سے دولت کی طلب رکھنا ان سے کسی مفاد کی طلب رکھنا یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے منصب کے خلاف ہے وہ خود اس سے بے نیاز ہوتے ہیں اور محض اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے محض حق کو غالب کرنے کے لئے محض باطل کو نابود کرنے کے لئے وہ ساری محنت کرتے ہیں۔ جہاں بھی یہ چار باتیں جمع ہو جائیں گی وہاں فتح کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ اور ہم اگر اپنی تاریخ دیکھیں تو ہمیں اگر کوئی موومنٹ کوئی تحریک کوئی دینی تحریک ہی سہی اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کامیاب

نہیں ہو سکی تو ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی بات اس میں سے چھوٹ گئی ہو گی۔ کہیں خطا ہو گئی ہو گی۔ یا لوگ مفادات کے اسیر ہو گئے ہوں گے یا قیادت مفادات کی اسیر ہو گئی ہو گی۔ یا کہیں سمجھوتہ کر لیا ہو گا دباؤ سے ڈر کر پریشانی سے ڈر کر کوئی نہ کوئی کمی کوئی نہ کوئی کمزوری اس میں آگئی ہو گی۔ تو اس حوالے میں رب کریم نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کے حالات مختلف مقامات پر قرآن حکیم میں بیان فرمائے چونکہ بعینہٖ یہی حالات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے۔

مکہ مکرمہ میں عرب میں اور روئے زمین پر ایک طرح کا کفر نہیں تھا بے شمار طرح کے کافرانہ اور مشرکانہ عقائد بے شمار طرح کا کفر اور بہت سی حکومتیں تھیں جو آپس میں برسر پیکار رہتی تھیں خود عرب میں بہت سے قبائل تھے جو آپس میں لڑتے رہتے تھے خود مکے میں ایسے قبائل موجود تھے جو ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ لیکن انداز حکمرانی انداز معیشت انداز معاشرت تہذیب و تمدن حکومت عدالت قانون وہ سب کا ایک تھا اس لئے وہ سارے ایک دوسرے کو برداشت کرتے تھے جب اسلام آیا تو اسلام نے نہ صرف الوہیت اللہ کو دل بلکہ سارے اختیارات ذات باری میں مختص کر دیئے تجارت کیسی ہو گی جیسے اللہ کہے گا معاشی نظام کیسے ہو گا۔ جیسے اللہ حکم دے گا اخلاقیات کا معیار اور انداز کیا ہو گا کون سی بات جو ہے اخلاق کے خلاف ہو گی۔ کون سی بات حسن اخلاق کہلائے گی جو اللہ کہے گا۔ تعلقات کی نسبت کیا ہو گی کسی سے دوستی کس سے دشمنی ہو گی جو اللہ کہے گا۔ کسی جرم کی سزا کیا ہو گی جو اللہ کہے گا۔ تو معاشرت بھی گئی سیاست بھی گئی حکومت و سلطنت صرف عبادت تو نہ گئی۔ معاملہ صرف عبادات کا نہیں کہ پہلے سارے لوگ صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے یا سارے لوگ کسی ایک بت پہ متفق تھے ایسی بھی بات نہیں تھی۔ عرب قبائل نے اپنے اپنے بت بنائے ہوئے تھے اور تین سو ساٹھ یا تین سو پینسٹھ تین سو ساٹھ بت تو بیت اللہ شریف میں رکھے ہوئے تھے جو ہر ایک کا اپنا اپنا تھا دوسرے کے بت کو کوئی گھاس ڈالنے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ان میں ایک بائنڈنگ فورس ایک ایسی اتحادی قوت ان میں یہ تھی کہ ان کا انداز جو تھا زندگی گزارنے کا وہ ایک تھا۔ قانون ایک تھا معاشی نظام ایک تھا بیع و شراء کے قاعدے ایک تھے عدالت اور عدلیہ کا نظام ایک تھا اس لئے وہ سب گزارا کر رہے تھے۔ اسلام نے آ کر ایک نئی بات نہیں کہہ دی کہ ہم تمہارے بتوں کو نہیں پوجتے ہم صرف اللہ کو پوجیں گے بلکہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ہم تمہارے سارے نظام کو قبول نہیں کرتے۔ اس شہر میں رہیں گے لیکن تمہارا قانون نہیں مانیں گے اس شہر میں رہیں گے لیکن جس طرح تم بیع و شراء خرید و فروخت کرتے ہو اس طریقے سے نہیں کریں گے۔ اس شہر میں رہیں گے لیکن جس طرح سے تم انتقامی ڈھانچے بناتے ہو اس کو قبول نہیں کریں گے بلکہ ہم ان تمام امور کا فیصلہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیں گے۔ یہاں ٹکراؤ ہو گیا اور یہ ٹکراؤ ہر نبی کے ساتھ ہوتا رہا۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جب دعوت دی ۔اِذ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ نوح نوح علیہ جو ان کے بھائی تھے قومی اسی قبیلے کے آدمی تھے اللہ نے انہیں نبوت کے لئے منتخب فرما لیا پسند فرمایا لیا۔ تو نوح علیہ السلام نے انہیں دعوت یہ دی کہ کیا تمہیں اس ہستی سے جس نے تمہیں پیدا کیا جس نے اس نظام کو بنایا جس نے تمہیں بے شمار نعمتیں دیں اور جس کے پاس تمہیں پلٹ کر جانا ہے کچھ اس کا لحاظ کچھ اس سے حیا کچھ اس سے تعلق کا کوئی خیال ہے یا نہیں اور اگر تمہیں یہ خیال ہے تو

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اللہ سے رشتہ قائم کرو اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرو اور اس کام کے لئے تمہیں میرا اتباع کرنا ہو گا میرے پیچھے چلنا ہو گا۔ میری بات ماننا ہو گی۔ اب یہاں بات ماننے سے مراد صرف عبادات نہیں ہیں صرف عقائد نہیں ہیں بلکہ عملی زندگی میں اتباع کی

دعوت دی گئی۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ میری غلامی اختیار کر لو میری اطاعت اختیار کر لو۔ وہ کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے آپ اللہ کے نبی ہیں ہم آپ کے بتائے ہوئے قواعد اور ضوابط کو اپنا لیں اپنا سارا معاشی ڈھانچہ تبدیل کر لیں اپنا سارا سیاسی نظام بدل دیں اپنا سارا فکری اور تعلیمی نظام بدل دیں لیکن اب معاشرے میں ہم دو طرح کے انسان ہیں جب نبی مبعوث ہوئے تو جو معاشرہ انہیں پیش آیا اس میں دو طرح کے انسان تھے ایک وہ جو با اختیار فیملیز اور خاندان تھے حکمران خاندان تھے حاکم لوگ تھے ایک وہ طبقہ جو محکوم تھا جو پسنے والا تھا جو غریب تھا اب یہ سوچنا کہ ان غریبوں میں سے کوئی بادشاہ بن جائے تو یہ ان کے دماغ میں نہیں آتی تھی یہ سوچ سکتے تھے وہ کہ ہمارے جس قبیلے کا جو یہ حکمران ہے اس کی جگہ شاید یہ قتل ہو جائے تو اس کے مقابلے میں اس کے مخالف میں اس کے مخالف گروپ کا بندہ آ کر بن جائے امیر۔ یہ ٹھیک ہے یہ ممکن ہے اس کی پاسیبلٹی ہے لیکن اسی قبیلے کا ہو اور کوئی غریب اور مفلس اور مزدور ہو وہ حکومت میں آئے یہ کیسے ممکن ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ تو جب انہوں نے کہا جی میری غلامی کرو تو وہ کہنے لگے آپ کی بات درست آپ کے بتائے ہوئے قوانین صحیح لیکن ہم آپ کی کیسے غلامی کر لیں۔

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَکَ ہم آپ علیہ السلام کی بات کیسے مان لیں۔ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ آپ علیہ السلام کے تو یہ سارے ذلیل لوگ جو ہیں ارزل لوگ جو ہیں کمینے لوگ جو ہیں کمی کاری جو ہیں THE LAY MAN جنہیں ہم لے مین کہتے ہیں یہ سارے آپ علیہ السلام کی بات مان رہے ہیں تو ہم بھی آپ علیہ السلام کی بات مانیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ مزدور یہ مفلس یہ فقیر یہ غریب اور ہم ایک لیول پر آ گئے یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ ہمیں ان جیسا یا انہیں ہم جیسا بناتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

ہمارا جو معاشرہ جو آج کا معاشرہ ہے ہمارا اس ملک کا معاشرہ ہے اس میں بھی دو قسمیں ہیں انسانوں کی ایک وہ جس طرح ہمارے پاس جانور ہیں تا ہم نے بھیڑ بکریاں پال ہوئی ہیں ہم مرغ پالتے ہیں ہم گائیں بھینسیں پالتے ہیں ہم گائیں بھینسوں کا دودھ بھی پیتے ہیں جب بھوک لگتی ہے ذبح کر لیتے ہیں سمجھتے ہیں دودھ نہیں دے رہی ذبح کر کے کھا لیتے ہیں ضرورت پڑتی ہے انہیں بیچ دیتے ہیں تبھی وصول کر لیتے ہیں کبھی ہمیں دکھ لگا ہے اگر ہمیں اپنا بیٹا بیچنا پڑ جائے اپنی اولاد ذبح کرنی پڑ جائے کیا ہم ذبح کر کے کھا لیں گے۔ ہم بیچ دیں گے کیا ہم سوچ سکتے ہیں کہ یہ گائے بھینسیں اور میرے بچے جو ہیں یہ برابر ہیں ان کی جگہ اسے کھا لیں ان کی جگہ اسے۔ اس طرح برسر اقتدار طبقے نے غریب کو جانور سمجھ لیا ہے ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح گائے بھینس کے گلے کی طرح ہمیں ریوڑوں کی طرح انہوں نے اپنی جاگیر بنا کر پالا ہوا ہے اوپر جو بیٹھے ہے وہ سارے وہ خود کو انسان ان کا اپنا ایک سٹیٹس ہے آپس میں لڑتے بھی ہیں ایک سے حکومت دوسرا لے لیتا ہے لیکن سب کی آپس میں رشتہ داریاں بھی ہیں آپ اگر اپنے سیاسی خاندان کے شجرے منگوا کر دیکھیں تو یہ سارے ایک دوسرے کے ساتھ اتنے کنجسٹڈ ریلیشن شپ ہے جس طرح درختوں کی ٹہنیاں آپس میں الجھی ہوئی اس کی بیٹی اس کے گھر اس کی خالہ اس کے گھر اس کا ماموں اودھر بیاہا ہوا اس کے بیٹے کی شادی ادھر ہو گئی حتیٰ کہ بڑے بڑے پیر خانے آپ دیکھ لیں پیر پگاڑا کہ وہ سال میں ایک دفعہ ان کی زیارت کیا کرتے تھے وہ جھروکہ انہوں نے بنایا ہوا تھا جس میں کھڑے ہو کر لوگ سجدے کرتے تھے لیکن سیاست میں آ کر ان کی بیٹیاں بھی وہ ملتان کے کھگوں کے گھر ہیں۔ کہاں پیر پگاڑا کہاں ملتان کے زمیندار۔ لیکن سیاسی رشتہ داری میں وہ ایک سٹیٹس کے لوگ ہیں یعنی اوپر اگر آپ جائیں تو ان کی سب کی آپس میں رشتہ داری ہے اب ساری دنیا لڑ لڑ کر مر گئی ضیاء الحق اور بھٹو کے اختلاف پہ محمود ہارون نے ضیاالحق کی فیملی اور بھٹو کی فیملی میں صلح کرا دی ہے ایک جگہ مل کر پارٹی میں سب نے کھایا پیا راضی ہو گئے ایک فیملی ہے بھائی ایک

سٹیٹس کے لوگ ہیں۔ ایک گھر کے فرد ہیں حکومت پر لڑ بھڑ سکتے ہیں حکومت پر ان میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کا اختلاف یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھے اور آپ کو بھی وہ انسان سمجھنے لگ جائیں یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں سوچ سکتے کہ ہم بھی مطالبہ کر سکتے ہیں کوئی بکری بھی یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھے نہ کاٹا جائے کوئی گائے بھینس بھی یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ مجھے نہ بیچا جائے یہ نہیں کر سکتے۔

کمی آ گئی فصلوں میں کمی آئی بارشوں میں کمی آئی نظام میں کمی آئی یا کچھ لوگ کروڑوں روپے لے کر کھا گئے خزانہ خالی ہو گیا۔ اب طریقہ تو یہ ہے کہ جو لوگ لوٹ کر لے گئے ان سے واپس لیا جائے اصول تو یہ ہے نا لیکن وہ تو انسان ہیں ان کے برابر کے انسان کو تکلیف کیوں دیں جب ان کے پاس جانور ہیں تو جانور کو کیوں نہ بیچیں جانور کیوں نہ کاٹیں جو کھا گئے ان سے واپس کوئی نہیں لیتا ہم جو بھیڑ بکریاں ہیں ہمارا خون چوسا جاتا ہے ہم میں سے کسی کو بیچ دیا جاتا ہے ہم پر ٹیکس بڑھا دیا جاتا ہے ہم پر مہنگائی کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ یہاں سے وصول کرو گائے بیچ دو بیٹا لے گیا پیسے اس نے ضائع کر دیئے تو بیٹے کو تو نہیں بیچ سکتے گائے کو بیچ سکتے ہو بھینس کو بیچ سکتے ہو بکریوں کا ریوڑ اور بھیڑوں کا گلہ بیچ سکتے ہو۔

یہی بات نوح علیہ السلام کو ان کی امت نے کہی تھی کہ انہوں نے کہا بابا جی بات تو ہم آپ کی مان لیں بات تو آپؑ کی ٹھیک ہے اَنُؤْمِنُ لَکَ ہم بھی آپ کی بات مان لیں حالانکہ مصیبت یہ ہے وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ یہ سارے کی کاری آپ کے غریب مفلس فقیر مزدور آپ کے ساتھ جو بندے ہیں ان میں سٹیٹس کا بندہ کون ہے یہ تو سارے LAY MAN ہیں۔ یہ آج کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہی مسئلہ مکہ مکرمہ میں بھی تھا روساء مکہ جمع ہوئے انہوں نے کہا یار یہ جو موومنٹ بن گئی ہے اسلام کی توحید کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم اسے روک تو نہیں سکے تو اسے کوئی سیٹل ڈاؤن کرنا چاہیے کوئی سمجھوتہ کرنا چاہئے کچھ اس کا کوئی

بنے تو اس وفد نے جو بات کہلا بھیجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ یہ تھی کہ آپؐ کے پاس جو لوگ بیٹھے ہیں یہ سارے غریب اور مفلس اور غلام ہیں غلاموں کی اولاد ہیں ان کے ہوتے ہوئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے برابر بیٹھ کر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بات کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو نکال دیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر بات کریں کوئی سمجھوتہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس شہر میں رہیں ہم بھی رہیں کوئی درمیانی صورت اختیار کی جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اللہ کریم نے حکم دیا قرآن میں حکم نازل ہوا کہ یہ مفلس فقیر یا یہ ذلیل لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ میرے بندے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل نور ایمان سے روشن ہیں اور تم وہ لوگ ہو جن کے دلوں میں کفر کی تاریکیاں ہیں۔ یہاں اگر تمہیں آنا ہے تو خدا بن کر نہیں بندہ بن کر آنا ہو گا اور بندہ بن کر آؤ گے تو بندے بندے تو برابر ہیں۔

یہی بات یہاں نوح علیہ السلام نے فرمائی انہوں نے فرمایا قَالَ وَمَا عِلْمِی بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کہنے لگے یار ان میں مجھے تو کوئی خرابی نظر نہیں آئی کہ تمہاری دو آنکھیں اور ان کی ڈیڑھ ڈیڑھ آنکھ ہے یا تمہارے قد سات فٹ اور ان کے دو دو فٹ ہیں یا تم گندم کی روٹی کھاتے ہو اور وہ بھوسا کھاتے ہیں یا تم دو ٹانگوں پہ چلتے ہو اور وہ چار پاؤں پہ چلتے ہیں یا تم بات کر سکتے ہو وہ کر نہیں سکتے۔ یا تم سن سکتے ہو وہ سن نہیں سکتے مجھے تو کوئی فرق نظر نہیں آیا تم بھی وہی آدم علیہ السلام کی اولاد لگتے ہو وہ بھی اسی آدم علیہ السلام اور حوا کی اولاد لگتے ہیں میرے علم میں میرے معلومات کے مطابق میری سمجھ میں تو مجھے تو کوئی فرق نظر نہیں آیا دوسری بات یہ ہے کہ بھلا کون ہے برا کون ذلیل اور کمینہ کون ہے اور معزز کون

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّی یہ فیصلہ کرنا پروردگار عالم کا کام ہے نہ تم کسی کو ذلیل اور کمینہ کہنے کے مستحق ہو

نہ میں کسی کو ذلیل اور کمینہ قرار دیتا ہوں یہ معاملہ رب العلمین کا ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو معزز و مکرم سمجھتا ہے اور کس بندے کو ناشکرا اور ذلیل و رسوا سمجھتا ہے **حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ** اللہ پاک پر ان کا حساب ہے۔ **لو تشعرون** فرمایا کاش یہ چھوٹی سی بات تم سمجھ جاؤ کاش تم میں اتنا شعور ہو کہ تم بجائے خود لوگوں کی عزت و ذلت کا فیصلہ کرنے کے اپنی عزت و ذلت کے فیصلے کا انتظار کرو۔ وہ قادر ہے کہ وہ تمہیں ایوان سلطنت سے اٹھا کر پھانسی کے تختے پہ پہنچا دے۔ کیا اس کی عظمت کو نہیں مانتے جو ایوان سلطنت سے اٹھا کر چوڑھے کے ہاتھوں پھانسی لگوا دیتا ہے اس کی طاقت کا تمہیں اندازہ اس کی قوت کو نہیں مانتے جو پشتوں کے شہنشاہوں سے تاج و تخت چھین لیتا ہے اور مر جائیں تو انہیں زمیں پر دو گز دفن کرنے کے لئے جگہ دینے کو کوئی ملک اور حکومت تیار نہیں ہوتی اس قادر مطلق کو بھول گئے ہو جو شاہوں کو گدا کر دیتا ہے فرمایا کاش تمہارے پاس اتنا شعور ہوتا اتنی بات تم سمجھ جاتے کہ یہ فیصلہ عزت و ذلت کا تمہارا نہیں ہے اور رہی میری بات فرمایا

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ میں کسی ایمان والے کو ذلیل نہیں سمجھتا بات ختم تم کہتے ہو کہتے رہو لیکن میں جو بندہ ایمان لے آتا ہے وہ فقیر ہے غریب ہے مفلس ہے میں اسے ذلیل سمجھتا ہے اسے اپنے پاس سے اٹھنے کا حکم نہیں دوں گا۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اور میرے ذمے یہ بھی نہیں ہے کہ میں تم سے ضرور منواؤں میرے ذمے ہے میں اللہ کا پیغام پہنچاؤں تم نہیں مانتے نہ مانو تم جانو تمہارا رب جانے

آپ نے دیکھا کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اس مسلک پر استقامت دکھائی ساڑھے نو سو سال لیکن وہ طبقہ جو خود کو معزز مکرم محترم کتنی عجیب بات ہے یہ ایک ایسا طبقہ وجود میں آ جاتا ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ جفا جو ہوتا ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ بدکار ہوتا ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ بد اخلاق ہوتا ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ بد کردار ہوتا ہے اور اس کے باوجود خود کو سب سے معزز سمجھتا ہے۔ یہ لوگ جو خود کو معزز سمجھتے ہیں اگر کبھی کوئی ایسا وقت آئے کہ کراچی سے لے کر پشاور تک رات گیارہ اور بارہ بجے رات ان سارے کلبوں کی مخلوق جمع کر لی جائے اور جس حال میں وہ کلب موجود ہوں اس حال میں انہیں چوک میں کھڑا کر دیا جائے تو آپ دیکھیں گے کتنے معزز ہیں۔ یہ کتنے عزت والے لوگ ہیں یہ شرافت کس کو کہتے ہیں ان کی بیویوں اور بیٹیوں کا لباس صبح ان کے ڈرائیور اکٹھے کرتے پھرتے ہوتے ہیں کلبوں سے۔ اور انہیں نوکر اٹھا اٹھا کر رات، کاروں میں ڈال رہے ہوتے ہیں اور گھسیٹ کر لے جا رہے ہوتے ہیں یہ جو خود کو معزز کہتے ہیں یہ جو خود کو دیانت دار کہتے ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے قوم کے کروڑوں لوٹ کر کھا نہ لئے ہوں کوئی ایک نام ایسا نہیں ہے جس کے نام پر کروڑوں نہ ہوں۔ ان میں اخلاق یہ ہے کہ انہیں جرات نہیں ہے کہ یہ اسمبلی کی کاروائی جو ہے وہ لائیک ٹیلی کاسٹ کر سکیں یعنی ایک ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر بد کلامی اور بدتمیزی سے بات کرتے ہیں کہ کوئی جنگل کا چرواہا بھی اس طرح کی فحش گالیاں نہیں بکتا ہو گا۔ حتی کہ آپ کے اس ملک کی اسمبلیوں میں اللہ کریم کو بھی گالیاں بکی گئیں۔ رب جلیل کا نام لے کر معزز اراکین نے گالیاں بکیں یہ آپ کی اس پاکستان اسمبلی کا ریکارڈ ہے اس کے باوجود یہ معزز ہیں یہ دیانت دار بھی ہیں یہ محترم بھی ہیں۔ اور وہ غریب جو محنت کرتا ہے حلال کی روٹی کھاتا ہے ڈر کر زندہ رہتا ہے بات بات پر مار کھاتا ہے ان کی عیاشی کے لئے اپنا خون دیتا ہے ٹیکس دیتا ہے چندے دیتا ہے وہ غریب ان کے نزدیک ذلیل آدمی ہے رسوا آدمی ہے اسے بات کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اسے کیا سمجھ اس نے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے امور سلطنت میں اس کا کیا دخل وہ حصہ نہیں لے سکتا۔

کیا حکومت وقت سے یہ پوچھنا ہمارا حق نہیں ہے کہ

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ سارا خزانہ نواز شریف اور اس کی پارٹی نے خالی کر دیا اربوں روپے وہ لوٹ کر لے گئے تو ان سے اربوں واپس لے کر بجٹ کی کمی پوری کیوں نہیں کرتے تو ہم پر ٹیکس کیوں لگاتے ہو ہم نے تو نہیں لوٹے۔ یا نواز شریف آئے انہوں نے کہا پیپلز پارٹی والے لوٹ کر لے گئے تھے کوئی انہوں نے کوئی دھیلا واپس لیا کسی کو سزا ہوئی کسی کو پنشن منٹ ہوئی کسی کو نہیں اس لئے کہ آپس میں ان سب کی انڈر سٹینڈنگ ہے ان کی لڑائی صرف اتنی ہوتی ہے ایک اوپر آ جاتا ہے دوسرا نیچے اگر وہ سمجھتا ہے کہ اب مجھ سے نہیں ہو رہا تو پھر وہ اسے کہتا ہے چل تو آ جا میں اسی طرف چلا جاتا ہوں۔ یہ ایک گیم ہے مخصوص ایک طبقے میں وہ یہ نہیں سوچ سکتے کہ میں اور آپ بھی اس کی بات کر سکتے ہیں یا اس میں مداخلت کر سکتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ لوٹ کر وہ لے جاتے ہیں کمی ہمارے خون سے پوری کی جاتی ہے۔

لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے جب ہم سے سنت انبیاء علیہم السلام چھوٹ جاتی ہے یا ہماری قیادت اللہ سے اجر لینے کی بجائے وہ بھی غریبوں سے اجر لینے کی متمنی ہو جاتی ہے پھر اللہ کی مدد نہیں آتی۔ یا ہماری قیادت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات منوانے کی بجائے اپنی رائے مسلط کرنا چاہتی ہے دین کے حوالے سے مذہب کے حوالے سے اور وہ ناکامی ہو جاتی ہے یا ہم اللہ کی رضا کے لئے قربانی دینے کی بجائے اپنے مفادات کے لئے لڑتے ہیں تو ہماری یہ کمزوریاں انہیں مہلت دلواتی رہتی ہیں۔ چونکہ یہ بھی چور ہیں ہم بھی چور ہو جاتے ہیں اللہ کریم دو چوروں میں سے کسی چور کی مدد کرنا اللہ کو زیب نہیں دیتا۔ اگر ہم خلوص کے ساتھ ان سے نہیں اللہ سے وفا کر سکیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اپنا سکیں تو اللہ کی قسم تو آج بھی ان پر طوفان نوح واپس آ سکتا ہے آج بھی ان پر ابابیل پتھر برسا سکتے ہیں آج بھی یہ فرعون غرق دریا ہو سکتے ہیں آج بھی بدر و احد کی گدھیں اور چیلیں ان کا گوشت نوچ سکتی ہیں آج بھی آسمانوں سے فرشتے اتر سکتے ہیں باطل کی گردن مارنے کے لئے۔ اللہ ہمیں خلوص دے اللہ ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کی توفیق دے اللہ ہمیں اپنی رائے منوانے کی بجائے اللہ کی بات منوانے کی توفیق دے تو ان کی طاقت ہے ہی نہیں ان کے پاس قوت ہے ہی نہیں ہماری کمزوریاں ان کی رسی دراز کرتی جا رہی ہیں۔ ان کے پاس طاقت نہیں ہے ہماری کمزوریاں ہماری کوتاہیاں ہماری بے وفائیاں انہیں موقع فراہم کرتی جا رہی ہیں اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے توفیق عطا فرمائے اور اللہ کرے کہ دین کے دشمنوں کے قاتلوں اور ملک کے لٹیروں کا محاسبہ اللہ کی عدالت میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کے مطابق کیا جا سکے۔

بقیہ :- جاء الحق

ہر شے کو بدل دیتا ہے اگر ہم اس ملک کو اسلامی کہتے ہیں تو کیا اس پر اسلام کی حکومت نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر یہ مطالبہ ہم اس ملک میں بھی نہیں کر سکتے تو پھر دنیا کے کس ملک میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں حکومت اسلامی ہونی چاہیے پھر کوئی دوسرا ملک دکھایئے کہ یہاں زیادہ برطانیہ میں کہا جائے جاپان میں کہا جائے کسی افریقی ملک میں کہا جائے امریکہ کینیڈا میں کہاں جا کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں نظام اسلامی ہونا چاہئے سب سے پہلے یہ ملک ہے جو تاریخ میں صرف اسلام کے نفاذ کے لئے بنایا گیا ہے جس کی تقسیم ہی عقیدے اور نظریے پر وجود میں آئی۔ یہاں اسلام نافذ کرنا میرا فرض بھی ہے آپ کا فرض بھی ہے ہر اس بندے پر فرض ہے جو خود کو مسلمان کہتا ہے جس کا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے ہمیں واقعی حق کا جو بندہ حق کا پیرو کار ثابت کرے اور واقعی ہم یہ ثابت کر سکیں کہ **و جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** حق آیا اور باطل رخصت ہو اس لئے کہ جانا باطل کا مقدر ہے۔

جاءالحق

سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیہ مبارکہ ایک اصولی بیان فرماتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے ایک اصول ارشاد فرما دیجئے **جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ** جب حق آگیا تو جانا باطل کا مقدر ہے وہ نہیں ٹھہر سکتا سورج طلوع ہو جائے تو رات کی تاریکی از خود چلی جاتی ہے۔ اور باطل کو ثبات نہیں۔ **اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا** باطل رہنے والی چیز ہی نہیں باطل کو جانا ہی ہوتا ہے۔ اور پھر جب اللہ کریم فرماتے ہیں **وننزل من القران** ہم نے قرآن کے ذریعے سے ایسی نعمت نازل فرمائی قرآن کی صورت میں ایسا انعام نازل فرمایا۔ **مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ** کہ وہ ہر ایمان لانے والے کے لئے شفاء ہے امراض باطن سے اور باعث رحمت ہے ان کوتاہیوں کے لئے جو اس سے سرزد ہو چکیں۔ لیکن ظالموں کے لئے ان لوگوں کے لئے جو غلط کار ہیں۔ ظالم عربی میں ہم ترجمہ اصل یہ کرتے ہیں کہ عربی اردو پنجابی کے معانی خلط ملط کر دیتے ہیں ہمارے ہاں اردو میں یا پنجابی میں ظالم کہا جاتا ہے کسی زیادتی کرنے والے کو کسی کا حق چھین لینے والے کو کسی ڈاکو کو کسی قاتل کو۔ عربی میں ظالم میں ظالم کا معنی اس سے مختلف ہے عربی میں معنی ہے

وضع الشیٔ فی غیر محلہٖ ظلم کہلاتا ہے کوئی بھی چیز اس کی اصل جگہ سے ہٹا دو تو ظلم ہو گا۔ یعنی کسی بھی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے تو عربی میں وہ ظلم کہلائے گا۔ یہاں **وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا** یعنی قرآن جس کام کے لئے نازل ہوا ہے اس سے وہ کام نہ لیا جائے جس بات کا حکم دیتا ہے اس کی تعمیل نہ کی جائے جیسا عقیدہ سمجھاتا ہے ایسا عقیدہ نہ رکھا جائے جن اعمال سے روکتا ہے ان اعمال کو اختیار کیا جائے ان اعمال کو اختیار کیا جائے یہ سارے مختلف قسم کے ظالم ہوں گے۔ یہ ایک فہرست بن جائے مظالم کی اور ہر ظلم پر ظلم کرنے والے کے لئے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔

اب اس آیہ کریمہ کے پاس منظر میں آیئے ہماری مسلمانی کیا ہے جس مسلمانی پہ ہمیں فخر ہے اور جس مسلمانی پہ ہمیں امیدیں ہیں اور جس مسلمانی پہ ہم آخرت کو جانے کو تیار ہیں۔ جس مسلمانی کے ساتھ ہم قبر میں جانے کے لئے تیار ہیں یہ مسلمانی کیسی ہے جو ہمارے پاس ہے ہماری سب سے اعلی مسلمانی یہ ہے کہ یار حلال حرام کی تمیز کرو کسی کا حق نہ کھاؤ زبان احتیاط سے استعمال کرو کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو اپنا کام کرو کسی کو مت چھیڑو اور عبادت کے وقت میں رب کی عبادت کرو تلاوت کرو ذکر کر لو مراقبہ کر لو تسبیحات پڑھ لو حج فرض ہے تو کیا جائے رمضان آئے تو روزے رکھ لو پیسے ہیں صاحب نصاب ہو تو زکوۃ دو اور بات ختم۔ یہ وہ مسلمانی ہے آج ہمارے پاس جو سب سے

اعلیٰ سمبل ہے اسلام کا ہم اس پر پورے نہیں آ رہے ہم اس سے نیچے نیچے ہیں کسی سے روزے چھوٹ گئے کسی سے نمازیں چھوٹ گئیں کسی سے حلال رزق چھوٹ گیا کہیں کوئی زبان کا شکوہ آ گیا۔ یعنی کوتاہیاں ہی کوتاہیاں اس میں بھی ہیں اگر یہی مسلمانی مقصود ہوتی کتاب اللہ کا۔ یہی مسلمانی مقصود ہوتی اللہ کے ادیان کا تو نبی جو مبعوث ہوئے تھے۔ ہر نبی معصوم عن الخطا ہوتا ہے یعنی کوئی نبی ایسا نہیں ہوتا جس سے گناہ کا تصور بھی کیا جا سکے۔ معصوم عن الخطا ہونا اور گناہ نہ کرنے میں کوسوں فرق ہے۔ ایک آدمی گناہ کر سکتا ہے اور وہ گناہ نہیں کرتا نیک ہے پارسا ہے لیکن معصوم آپ اسے کہیں گے جو گناہ کر سکتا ہی نہیں جس میں گناہ کا مادہ ہی سرے سے نہیں جس سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا اور یہ صرف انسانوں میں صرف انبیاء علیہم السلام کی یہ شان ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی دنیا میں ایسے لوگ ہوئے ہوں گے اللہ کے بندے جنہوں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا ہو گا۔ لیکن وہ محفوظ کہلاتے ہیں معصوم نہیں گناہ سے محفوظ رہے اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی معصوم صرف نبی ہوتا ہے۔

اب نبی عبادت کے بھی کمال پر ہوتا ہے ذکر اذکار کے بھی کمال پر ہوتا ہے کتاب کی تلاوت کے بھی کمال پر ہوتا ہے حلال کھانے میں بھی کمال پر ہوتا ہے اور تمام ارکان دین پر عمل کرنے میں سب کا مقتداء سب کا پیشواء اور سب سے چوٹی کا اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ اگر یہ اسلام مقصود ہوتا تو کوئی نبی بھی کفر کو چیلنج نہ کرتا جہاد نہ کرتا میدان میں نہ نکلتا کافروں کے ساتھ میدان کارزار گرم نہ کرتا اسلام کا مقصد تو پورا ہو گیا جب وہ سب سے اعلیٰ کام کر رہا ہے کوئی پوچھتا اسے بتا دیتا۔ اسلام کا مقصد یہ ہوتا اگر تو مکہ مکرمہ میں جب دین اسلام کا ظہور ہوا تو آپ کیا سمجھتے ہیں پہلے صرف ایک دین تھا۔ اور سب لوگ گزارا کر رہے تھے نہیں شاید آبادی کم تھی اور مذاہب زیادہ تھے۔ چونکہ وہاں باہر سے بھی بے شمار لوگ آتے تھے اور ہر آنے والے کا ایک الگ مذہب ہوتا تھا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر پوجتے تھے جنوں کی پوجا کرتے تھے مختلف بتوں کی پوجا کرتے تھے کاہنوں اور نجومیوں کی پوجا کی جاتی تھی درختوں پتھروں اور جانوروں سانپ بھیڑیئے شیر کتے گیدڑ کی پوجا کی جاتی تھی بے شمار طرح کے باطل ادیان تھے اور ایسے بھی تھے جو یہودی کہلاتے تھے اور عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے وہ بھی مکے میں تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور وہ بھی مکے میں تھے جو کسی بھی دین کے قائل نہیں تھے۔ ان سب میں باہم لڑائی کیوں نہیں ہوتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جھگڑا کیوں کھڑا ہو گیا جب کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے کریم سب سے نفیس مزاج کے مالک رحمۃ اللعلمین مجسم رحمت مجسم نور ہدایت مجسم شفقت مجسم حسن و جمال مجسم سارے کمالات تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام ایک نیا مذہب جو ہے وہ متعارف کرایا بلکہ اس لئے کہ وہ معاشرہ جو ان باطل قوتوں نے مل کر قائم کر رکھا تھا اسلام اس معاشرے کے لئے چیلنج بن گیا۔ اسلام نے صرف یہ نہیں کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اسلام نے یہ بھی کہا کہ ہم اپنے مقدمات کا فیصلہ قرآن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائیں گے۔ آپ کے اجتماعی قانون سے نہیں۔ ہم حاکم اسے قبول کریں گے جسے اللہ اور اللہ کا رسولؐ کرتے ہیں۔ ہم آپ کی عدالتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ہم آپ کے معاشی نظام کے مکے کے معاشی نظام کا انکار کرتے ہیں تمہارا نظام سارا سودی ہے اور ہم سود کو حرام سمجھیں گے اور ہم قرآن اور کتاب اللہ کے معاشی نظام کے مطابق اپنا نصاب اپنا نظام ترتیب دیں گے۔ جھگڑا اس بات پر ہوا تھا صرف اللہ کی عبادت پر نہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مکے میں ایسے لوگ بھی تھے جو بتوں کی خدائی کے قائل نہیں تھے۔ اگرچہ انہیں ذات باری کے متعلق علم نہیں تھا لیکن وہ یہ ضرور کہتے تھے کہ یہ بت خدا نہیں ہیں۔ لیکن معاشرے کے لئے

وہ چیلنج نہیں تھے۔ یہودی تھے نصاری تھے مشرک تھے دہریہ تھے وہ معاشرے کے لئے چیلنج سوسائٹی کے لئے چیلنج نہیں تھے۔ ان کا طریق حکمرانی ان کا طریقہ انتخاب ان کا طریق معاش ان کا طریق عدل وہ سارا ایک تھا اور سب کو قابل قبول تھا سب کے لئے۔ تو سب کا گزارا ہو رہا تھا۔ اسلام نے صرف آ کر اللہ کی عبادت شروع نہیں کی۔ بتوں کی خدائی کا انکار ہی نہیں کیا۔ ہم سارا زور اس پہ دیتے ہیں اس پہ ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جہاد یا ٹکراؤ ہوا ہے باطل نظام کو مٹا کر اس کی جگہ اللہ کا قانون رائج کرنے پر یہ وہ بات تھی جس کے لئے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنا پڑی۔ یہ وہ بات تھی جس کے لئے صحابہ کو جب تک وہ مقابلے کی تاب نہیں رکھتے تھے ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن اس معاشرے کا حصہ نہیں ہے۔ یہ وہ بات تھی جو مکے سے باہر پھیل گئی اور جس کے لئے قیصر اور کسری اپنے اپنے ممالک میں بیٹھے ہوئے دنیا کی بہت بڑی سپر پاورز جو اس زمانے میں تھیں وہ تڑپ اٹھے کہ یہ چیلنج باطل سلطنت کو مکے میں در پیش ہے۔ صرف مکے پر نہیں رہے گا کل کو ہمارے دروازے پر بھی دستک دے گا۔

اور یہ وہ بات تھی جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر و احد میں میدان کار زار میں نکلنے پر مجبور فرمایا۔ یہ وہ بات تھی جس کی وجہ سے خندق کا معرکہ وجود پذیر ہوا۔ جس میں صحابہ کرام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ مبارک پر پتھر باندھ کر گزارا کیا۔ اور باطل قوتوں کا مقابلہ رہا۔ ذاتی نماز پڑھنے پر تو کافر نہ اس وقت منع کرتے تھے نہ آج کرتے ہیں۔ دنیا کے کون سے کافر ملک میں مسلمان نہیں ہے۔ انہیں نماز پڑھنے سے کون روکتا ہے۔ دنیا کے کون سے کافر ملک میں مسلمان روزے نہیں رکھتے۔ انہیں کوئی نہیں روکتا روزے رکھنے سے بلکہ لوگ عزت کرتے ہیں۔ سچ بولنے سے کوئی نہیں روکتا اپنی حلال روزی پیدا کرنے سے کوئی نہیں روکتا لیکن کیا کافر ملک یہ قبول کرتا ہے کہ اس کا طریق حکمرانی اسلام کے مطابق بدل دیا جائے۔

دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی بھی کافر ملک نماز پڑھنے سے نہیں روکتا روزہ رکھنے سے نہیں روکتا۔ حج کرنے سے نہیں روکتا۔ کون سے ملک کے لوگ نہیں آتے حج پر۔ زکوۃ دینے سے نہیں روکتا۔ حلال کھانے سے نہیں روکتا سچ بولنے سے نہیں روکتا لیکن اگر اس ملک میں آپ یہ چاہیں کہ نظام حکومت جو ہے وہ قرآن کے مطابق اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو جائے تو ایک پل بھی وہ ملک آپ کو برداشت نہیں کریں گے۔ ایک پل سے پہلے بھی وہ آپ کو ڈی پوٹ کر دیں گے۔ اپنے ملک سے نکال دیں گے امریکہ' برطانیہ' یورپ دوسرے ممالک میں ہمارے لوگ بڑا زور لگاتے ہیں اور بڑا مبارک سمجھتے ہیں کہ اسے گرین کارڈ مل جائے ہر گرین کارڈ ہولڈر قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں آپ کے نظام حکومت کا وفادار رہوں گا اور امریکہ میں تو یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم دو قومیتیں نہیں دیتے کہ اپنے ملک کی شہریت چھوڑ دو۔ سرنڈر کرنی پڑتی ہے پاکستان کی شہریت تب امریکہ کی شہریت ملتی ہے۔ یورپ اور برطانیہ وغیرہ میں یہ دو شہریتیں بندہ رکھ سکتا ہے۔ امریکہ میں دو نہیں ایک۔ اور لوگ اللہ کی قسم کھا کر گرین کارڈ حاصل کرتے ہیں کہ ہم اس نظام سلطنت کے وفادار رہیں گے۔ اگر کافرانہ نظام سلطنت کا وفادار رہنا ہے تو نماز آدمی پڑھے یا نہ پڑھے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ایمان نماز کا نام نہیں ہے ایمان زکوۃ اور حج کا نام نہیں ہے یہ مظاہرین ایمان کے ان سے ایمان کا اظہار ہوتا ہے ایسا کرنے والا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ ایمان دار ہے۔ لیکن ایمان دراصل اس وفا کا نام ہے اس یقین کا نام ہے جو ہمیں ذات باری پر اللہ کے قادر و کریم ہونے پر اور حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے نبی برحق اور رسول ہونے پر جو یقین حاصل ہوتا ہے اسے ایمان کہتے ہیں۔ اور یقین نصیب

ہو تو بات سادہ سی ہو جاتی ہے۔ دنیا میں جزیرہ نمائے عرب پورے کا پورا اسلام کے زیر نگیں آ چکا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھلا کیا ضرورت خلفائے راشدین کو دوسرے ممالک سے الجھنے کی۔

جزیرہ نمائے عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پوری دنیا میں تبلیغ پہنچ گئی واعظ پہنچ گیا۔ اسلامی عقیدہ اسلامی دعوت پہنچ گیا اب کوئی مانے یا نہ مانے ضرورت کیا تھی لڑنے کی۔ لڑنے کی ضرورت وہ تھی جو ہر حکمران کے پاس دعوت لے جانے والا کہتا تھا۔ بڑی سادہ سی بات تھی قیصر کے پاس جب سفارت گئی تو قیصر نے جس شہر میں وہ مقیم تھا شہر پناہ سے لے کر اپنے شاہی محل کے دروازے تک قالین بچھوا دی۔ دونوں طرف بہترین چنے ہوئے گھوڑ سوار دستے اس نے کھڑے کر دیئے۔ بہترین اسلحہ زرہ لگوا کر اس نے اپنی فوجی طاقت کی نمائش کی۔ شاہی محل کے دروازے سے لے کر شاہی تخت تک نہایت بیش بہا قیمتی قالین سونے کے کنگن پہنے ہوئے وہ غلام اور درباری اپنے اپنے رتبے کے مطابق تلواریں نیزے سونڈتے ہوئے اپنے اپنے اس شمشیر بکف کھڑے تھے کہ دبدبے کا اظہار ہوتا رہے۔ مسلمان سفیر جو تشریف لے گئے محل کے دروازے تک تو سواریاں گئیں۔ دروازے پر گھوڑے روک دیئے گئے اب جب پیدل چلے تو آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا آپ نے نیزے کا پھل نیچا کر لیا اور لاٹھی اوپر کر لی الٹ لیا۔ ہر قدم پر جب وہ نیزہ نیچے رکھتے تھے تو وہ دبیز ریشمی قالینوں کو چھیدتا چلا جاتا تھا وہ اپنے طرز عمل سے بتا رہے تھے کہ ہمیں تمہارے مال و دولت کی ضرورت نہیں اور اس کا ہم پر کوئی رعب نہیں۔ تمہاری اس نمائشی فوج سے ہم ڈرتے نہیں ہیں۔ تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علی من اتبع الھدیٰ سلامتی ہو اللہ کی اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے تو کہا گیا کہ آپ جھکے نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔ مسلمان اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ اس نے عزت کی پاس بٹھایا اور بڑی نرمی اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ عرب ایک غریب ملک ہے تم نے حکومت تو بنا لی ایک نئے انداز کی بنا لی۔ ایک نئے عقیدے کے مطابق بنا لی۔ ایک نیا طرز حکمرانی تو بنا لیا لیکن شاید آپ ملک چلانے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہیں ہے تو اس کے لئے جنگیں کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ میں تمہیں اتنی دولت دے دوں گا کہ تمہارا ملک مالا مال ہو جائے گا۔ دولت لے لیجئے اور واپس چلے جائیے۔ اور کہیے آپ کو کتنی دولت چاہیے۔ انہوں نے فرمایا بادشاہ سلامت۔ ہمارا تو بڑا سادہ سا اصول ہے ہمیں مال و دولت تخت و سلطنت اور ملک نہیں چاہیے۔ ہم میں کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ انتظامیہ کا سربراہ امیر کہلاتا ہے اور وہ ہم میں سے ہوتا ہے ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی سلطنت قائم کریں۔

اگر تم اللہ کی وحدانیت کی اقرار کر لو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کر لو تو تم ہمارے بھائی ہمارے لئے محترم ہو۔ اور ہم بصد شوق واپس چلے جائیں گے ہمارا کام ختم ہو جائے گا آگے تمہارا کام شروع ہو جائے گا کہ اس پورے معاشرے کا سیٹ اپ جو ہے اسے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بناؤ۔ اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو تم اپنا ملک رکھو۔ حکومت رکھو لیکن قانون تمہارا نہیں ہوا اللہ کے بندوں پر قانون اللہ کا ہو گا تم جذیہ دو گے اور مسلمان حکومت نگرانی کرے گی قانون نافذ کرے گی اور اس کے مطابق تمہارا ملک تمہیں چلانا پڑے گا۔ وہ بڑا حیران ہوا وہ کہنے لگا یہ تو دونوں باتیں نا ممکن ہیں انہوں نے فرمایا تیرا راستہ ایک اور بھی ہے اور وہ صبح تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کر دے گا کہ کیا تمہیں تمہارا نظام باقی رکھنے کا اختیار حاصل ہے یا ہم اس نظام باطل کو مٹا کر اللہ کا قانون نافذ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں بڑا خفا ہوا قیصر اس بات پر اور اس نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ میں نے انہیں دولت کی پیش کش کی تھی انہوں نے قبول نہیں کی مٹی کا ٹوکرا بھر لاؤ سفیر نے

سر پر اٹھا کر رکھ لیا۔ واپس چل پڑے بڑے ساتھیوں نے ناراضگی سے دیکھا کہ انہوں نے کہا کیوں گھبراتے ہو اس نے تو اپنی زمین خودا پنے ہاتھوں ہمیں دے دی ہے۔ یہ تو اپنا ملک ہمارے سپرد کر ہی چکا۔ اس لے چلتے ہیں وہ جب باہر نکل گئے تو اسے بھی درباریوں نے کہا کہ آپ نے اپنی زمین مسلمانوں کو کیوں دے دی ہے پیچھے اس نے دوڑائے سوار لیکن وہ بھی گھوڑوں پر بیٹھ کر جا چکے تھے اور صحرائے عرب کے خانہ بدوشوں نے دنیا کی ان سپر پاورز کے پرخچے اڑا کر اللہ کا قانون نافذ فرمایا۔ اور ربع صدی میں ہسپانیہ سے چائنہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک معلوم دنیا کے تین حصوں پر اللہ کی سلطنت قائم کر دی جہاں اللہ کے حکم کے بغیر کسی دوسرے کا حکم نہیں چلتا تھا یہ ہے اسلام۔

اب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے یہی وعدہ کر کے غریب مسکین فقیر اور ایک عام مسلمان کا خون گرمایا کہ یار یہ جو تم نمازیں پڑھ رہے ہو اس کا کوئی حاصل نہیں یہ جو روزے تم انگریز کے تابع ہو کر رکھ رہے ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں یہ جو تم حج کرتے ہو انگریز کی حکومت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں باطل نظام کو رکھیٹر پھینکو اور اس کی جگہ اسلام کا نظام لاؤ اور ایک ملک بناؤ جو پاک ہو جس کا نظام پاک ہو جس کی عدلیہ پاک ہو جس کی معیشت پاک ہو جس کے سارے قوانین سارے انداز پاکیزہ ہوں اور جہاں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی ہو۔ عام آدمی نے اس لئے قربانیاں دی تھیں۔ عام آدمی کو یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی ایم این اے بن جائے گا یا ایم پی اے بن جائے گا یا وزیر بن جائے گا۔ یا نواب ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے پاس جو کچھ تھا اس نے لٹا دیا۔ اب ۴۷ء سے ۹۴ء آ گیا ۴۷ء سال اور بیت گئے سینتالیس کے انقلاب کو سینتالیس سال بیت گئے انگریز چلا گیا یا ہندو چلا گیا یا عیسائی چلا گیا یا یہودی چلا گیا کوئی فرق نہیں پڑا ان کے وجود چلے گئے لیکن ان کا فلسفہ حیات ان کا نظام سلطنت ان کا آئین عدلیہ کا ان کا نظام معیشت ان کا بنکنگ سسٹم ان کا قانون ان کا طرف انتخاب ان کا سیاسی نظام وہ سارا کچھ وہیں ہے۔

آج بھی عدالت میں ہم سے قسم تو قرآن پہ لی جاتی ہے کہ میں جو کہوں گا سچ کہوں گا لیکن فیصلہ برطانیہ کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق کیا جاتا ہے قسم قرآن پہ لی جاتی ہے فیصلہ اس قانون کے مطابق کیا جاتا ہے جو برطانوی گورنمنٹ نے بنائے تھے آج بھی سارا بنکنگ سسٹم سودی ہے اور یہودی کے دیئے ہوئے طرز معاشرت پر ہے آج بھی سارا نظام تعلیم انگریز کا دیا ہوا ہے سارا نظام سلطنت سیاست کا سارا سارا پولیٹیکل سسٹم ہمارا سارا سیاسی نظام وہی ہے جو انگریز نے بنایا تھا اور جو مغربی طاقتوں کا دیا ہوا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک عام مسلمان سے لے کر پیر صاحب اور مولانا صاحب تک سارے جمہوریت پر عاشق ہو رہے ہیں تو پھر کیا ضرورت ہے اسلام اسلام کرنے کی اگر عملی زندگی پر مغربی جمہوریت کا راج ہونا ہے تو ہماری نمازوں سے اللہ نے دیواریں کھڑی کرنی ہیں کیا ان نمازیوں سے وہ بے نماز اچھا جو یہودی معیشت کے لئے چیلنج بن جائے ان پارساؤں سے وہ بدکار اللہ کے نزدیک بہتر ہو گا۔ جو کافرانہ نظام کو قبول کرنے کی بجائے اس کے لئے چیلنج بن جائے۔

اسلام نری نمازوں پہ گزارا نہیں ہے نماز روزہ یا حج و زکوۃ یہ کیا بلا ہے اس کی ضرورت کیا ہے یہ ہمارا اسلحہ ہے یہ ہمارا امیونیشن ہے یہ ہماری جرات ہے یہ ہماری طاقت ہے یہ ہمارا رشتہ ہے پروردگار سے جو ہمیں جرات رندانہ دیتا ہے یہ حق کا نور ہے کہ جو آئے باطل کو جانا پڑ جائے۔

اِذ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ سورج بھی طلوع ہو رات بھی وہیں رہے اذانیں بھی ہوں اور نظام بھی کافرانہ ہو نمازیں بھی پڑھی جائیں اور معیشت بھی سودی ہو زکوۃ بھی دی جائے۔ حج بھی کئے جائیں اور بنکنگ سسٹم بھی سارا سودی ہو۔ مجھے یہ سمجھایئے کہ سودی بینک کی معرفت ہم جس حج پر جاتے ہیں اس کی حیثیت کیا ہو گی۔ میں ہر سال جاتا ہوں اللہ کا مجھ پر احسان ہے لیکن میں خود یہ سمجھتا ہوں کہاں مقدس پتھروں کو دیکھ لینا اس زمین کو دیکھ لینا ان

ہواؤں ان فضاؤں سے ہو جانا ہی بہت بڑی بات ہے ورنہ ہمارا نہ حج ہے نہ عمرہ ہے نہ کوئی عبادت ہے کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا سارا نظام سودی معیشت پر ہے اور سودی معیشت سے سرمایہ حاصل کر کے حج نہیں ہوتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ و السلام کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی بڑے دور سے آتا ہے بال پریشان ہیں ہاتھ پاؤں چہرہ گرد سے اٹا ہوا ہے کپڑے پھٹ چکے ہیں بھوکا پیاسا۔ دور دراز سے سفر کر کے آتا ہے بیت اللہ کے گرد طواف کرتا ہے اور یا رب یا رب پکارتا ہے لیکن اس کی پکار کا جواب نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس کی معاش غیر اسلامی ہے اور حرام ہے جب اس کی معاش غیر اسلامی اور حرام ہے کپڑا حرام ہے پیسہ حرام ہے کھانا حرام ہے ہماری جتنی کاٹن جننگ فیکٹریز میں سود بنانے والی یا سود سے کپڑا بنانے والی۔ یہ ساری سود پہ چلتی ہیں میرے اس جبہ و دستار سے لے کر مسجد کی اس قالین تک میں سود شامل ہے جتنے یہ کارخانے دریاں بناتے ہیں قالین ہمارے بزرگوں کو جو ہم کفن دیتے ہیں اس میں سود شامل ہے وہ کپڑا سودی پیسے پر بنتا ہے سارے کارخانے سود لے کر چلتے ہیں ہمارا خیال تو یہ ہوتا ہے کہ حوریں ان کے پاؤں دھوئیں گی بھلا سودی کفن میں حوریں کہاں سے داخل ہوں گی ہم نے یہ جو بڑے بڑے مقابر تعمیر کر رکھے ہیں چراغاں کرتے ہیں ہر روضے میں جو اینٹیں لگی ہوئی ہیں اس پر جو سیمنٹ لگا ہوا ہے یہ سارا سودی نظام کا ہے ہماری جو مساجد میں یہ سیمنٹ سریا لگا ہوا ہے یہ سارا سودی نظام ہے یہ سارا سودی نظام کا حاصل ہے اگر ہم سودی معاش پر مسجدیں بنا کر ان میں مراقبے کر کے خوش ہوتے ہیں تو یہ دل فریبی ہے خود فریبی ہے اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ ہے یہ مساجد بھی ہمیں ڈھا کر نئے سرے سے بنانا پڑیں گی آپ تو کارخانوں اور گھروں کی بات کرتے ہیں یہ مساجد جو سودی معاش سے بنی ہیں یہ مساجد بھی تبدیل کرنا چاہیں آپ پریذیڈنٹ ہاؤس اور گورنر ہاؤس کی بات کرتے ہیں ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم ہماری مساجد جو ہیں انہیں نئے سرے سے تعمیر ہونا چاہئے جب سارا نظام سود سے پاک ہو جائے اور سود سے نظام کو پاک کون کرے گا حرام سے کون پاک کرے گا سیاست کو کفر و فسق و فجور سے کون پاک کرے گا اللہ کس سے پوچھے گا کون ذمہ دار ہے اس کا ہر وہ مسلمان جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے میں بھی آپ بھی پیر صاحب بھی مولانا صاحب بھی جرنیل صاحب بھی سیاست دان بھی کاشت کار بھی اور زمیندار بھی مزدور بھی اور سیٹھ بھی اور تاجر بھی آجر بھی ہر وہ بندہ جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ مسلمان ملک پر سے کافرانہ نظام کو ہٹا کر دم لیں گے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر میں-----

سینہ ٹھیا ہوا لے کر اٹھے۔ چاک گریبان لے کر اٹھے کٹی ہوئی گردن لے کر اٹھے دامن پہ بکھرا ہوا خون لے کر اٹھے۔ کہ خدایا میرے پاس جو تھا میں نے پیش کر دیا میں نے جان لگا دی۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یہ معذرت خواہانہ اسلام ہمیں مردم شماری میں تو مسلمان رکھے گا شاید عرصہ محشر میں ہم خود کو مسلمان ثابت نہ کر سکیں کسی ایک فرد کی حکومت کے لئے لڑنا مجھے حکمرانی کا شوق پیدا ہو جائے اور میرے لئے لڑیں دوسرے کو حکومت کا شوق پیدا ہو جائے اور ہم سب اس کے لئے لڑیں یہ بھی باطل نظام کا ایک حصہ ہے اسلام یہ ہے کہ ہم اللہ کی حکومت اور اللہ کی دین کی حکومت کے لئے جہاد کریں اور جہاد تب تک فرض ہے۔

حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ اللّٰہ

جب تک روئے زمین پر کسی جگہ کوئی باطل نظام موجود ہے مسلمانوں پر جہاد فرض ہے حتی لا تکون فتنۃ حتی کہ روئے زمین پر کوئی باطل فتنہ نہ رہے ویکون الدین کلہ اللہ اور سارے کا سارا دین دین عبادات ہی کا نام نہیں ہے دین اس عہدے اس یقین کا نام ہے جو پورے نظام پورے سٹرکچر پورے سٹرچکر کو بدل دیتا ہے۔ عقائد و نظریات سے لے کر اخلاقیات خرید و فروخت سیاسیات معاشیات تک

سوال آپ کا

جوابِ شیخ المکرّم کا

سوال۔ سب سے پہلے تو میں وہ سوال آپ کو دہرا دوں جو آپ لوگوں نے کیا تو نہیں لیکن سوال اہم ہے پشاور سے ایک خاتون تشریف لائی تھیں کچھ دن رہیں اور وہ واپس جا چکی ہیں تو سوال انہوں نے کیا تھا ان سے ان کے بھائی نے کیا۔ سوال یہ تھا کہ شیخ المکرم نمبر میں مجھے تو یاد نہیں اور یہ جملہ یقیناً" ہو گا کہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دائرہ صد-یقیت نصیب ہوا اور پھر اس میں آگے ایک مقام ہے مقام عبدیت وہاں تک رسائی ہوئی سوال یہ تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صدیق ہی رہے اور حضرت صد-یقیت میں بھی کسی بلند مقام پر چلے گئے کیا آپ ان پر افضل ہو گئے؟

جواب۔ اس موضوع یا اس فن کا جسے آپ تصوف کہتے ہیں اس کی ایک مصیبت یہ ہے کہ صوفیوں کی سوانح ان لوگوں نے لکھی ہیں جو خود صوفی نہیں تھے اور سوانح نگاروں نے اپنی سمجھ کے مطابق جن باتوں کو تصوف میں عیب شمار کیا گیا تھا انہیں فضائل میں نقل کیا ہے اور جو ان کے فضائل تھے وہ چھوڑ گئے دوسری عجیب بات یہ ہے کہ تصوف کے بارے عموماً" سوال وہ لوگ کرتے ہیں جن کا اس فن سے کوئی مس بھی نہیں ہوتا کیونکہ جو اس فن کے طالب ہوتے ہیں یا سیکھنے والے ہوتے ہیں یا اس میں چل رہے ہوتے ہیں انہیں ایک تو بڑی حد تک بات سمجھ آتی رہتی ہے دوسرا انہیں ایک ادب ایک احترام مانع ہوتا ہے اس طرح کے سوالوں سے تو جو لوگ سوال کرتے ہیں ان کی مصیبت یہ ہے کہ وہ اس فن سے واقف نہیں ہوتے تو مادی دنیا میں تو اگر ہم کسی سے یہ بتاتے ہیں بھئی یہ پورا شہر ہوا میں اڑ رہا ہے ایک مشین کی مدد سے تو اسے ماننے میں اعتراض نہیں ہوتا آجکل کا جو ہوائی جہاز ہے یہ ایک شہر ہوتا ہے اس میں محلے ہوتے ہیں اور اگلوں کو پچھلوں کی خبر نہیں ہوتی اور پچھلوں کو اگلوں کی خبر نہیں ہوتی حتی کہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جہاز کے ایک حصے میں قتل ہو جائے دوسرے حصے کو پتہ نہیں ہوتا جو لوگ جہاز پہ سفر کرتے ہیں بعض اوقات لوگ مارے جاتے ہیں اور پچھلوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ آگے کیا گزری اتنا بڑا شہر ہوتا ہے تو یہ تو ساری باتیں لوگ مان لیتے ہیں کہ مادی ہیں سائنس نظر آنے والی چیز ہے ظاہری آنکھیں دیکھ لیتی ہیں اب جو باتیں قلبی اور باطنی ہیں ان کو ماننے کے لئے بھی پھر آنکھ چاہئے اب جس کے قلب کی آنکھ ہو گی وہی مانے گا دوسرا کیسے مان لے تو حق یہ ہے کہ صد-یقیت ایک منصب ہے جو یہ منصب نبی کو نصیب ہوتا ہے تو نبوت کی شان کے مطابق ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں بھی صدیق ہوتے ہیں حضرت ابراهیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔

وجعلنہ صد یقا" نبیا "لیکن ابراھیم علیہ السلام نبوں

میں صدیق ہیں جب وہ صحابہ کے متعلق اس منصب کی بات ہوتی ہے تو وہ ہستی صحابیوں میں صدیق ہوتی ہے نبی کے برابر نہیں ہوتی ابراھیم علیہ السلام کی برابری نہیں ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ لیکن کوئی غیر صدیق صحابی آپ کے برابر نہیں صحابیوں میں صدیق ہیں۔ اسی طرح ولی اللہ کو جب منصب صد-یقیت نصیب ہوتا ہے تو اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اب اس کا تقابل صحابہ سے کرنا یا صحابہ کی صد-یقیت کا تقابل نبوت سے کرنا یہ نادانی ہے اور نہ جاننے کی بات ہے۔

دوسری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ ایک صد-یقیت منصب ہے اور ایک دائرہ صد-یقیت منازل ولایت میں سے ہے ولایت کے جو منازل چلتے ہیں ان میں ایک منزل بھی ہے دائرہ صد-یقیت۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کوئی ولی دائرہ صد-یقیت کی حد تک نہ پہنچا ہو اسے منصب صد-یقیت مل جائے یہ ممکن ہے یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ولی دائرہ صد-یقیت طے کر گیا ہو لیکن اسے منصب صد-یقیت نہ دیا جائے منصب کا ملنا بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے آپ کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ میٹرک پاس ہیں اور ان کے جو سیکرٹری ہیں وہ تین تین چار چار مضمونوں میں ایم۔ اے ہیں جو لوگ آپ کے صوبائی سیکرٹری ہیں وہ ہائیلی کوالیفائڈ آدمی ہیں لیکن آپ کے چیف منسٹر میٹرک پاس ہیں تو اب اس کا یہ مطلب نہیں ہو گا کہ ان کا جو میٹرک سٹنڈرڈ ہے وہ ان کے ایم اے سے بڑھ گیا نہیں انہیں وہ چیف منسٹری مل گئی میٹرک پاس کو اس طرح ہوتا کہ کسی کے منازل ولی یا دائرہ صد-یقیت تک نہ پہنچیں لیکن اسے منصب صد-یقیت دے دیا جائے جس قدر غوث حضرات کی بابت ہم تک علم پہنچا ہے یا ہم جانتے ہیں کبھی بھی کوئی غوث عالم امر کے نیچے اس کے منازل نہیں ہوئے چونکہ عموماً" اہل اللہ کے عالم امر تک منازل ہوتے ہیں اور غوث کے منصب کے لوگ جو ہیں وہ عالم بالا کے عالم امر کے منازل کے ہوتے ہیں لیکن غوث بہاؤالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے منازل ساتویں عرش تک ہیں اب یہ رب کی مرضی کہ انہیں وہاں غوثیت دے دی اور حضرت معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے منازل عالم امر میں ہیں اور وہ قطب ہیں اور برزخ میں بھی ایک دن بات ہو رہی تھی کہنے لگے اللہ کی عطا ہے محنتیں ہم نے کیں غوثیت بہاؤالحق کو عطا کر دی مجاہدے ہم کرتے رہے غوثیت ان کو دے دی تو منصب کی عطا جو ہے یہ الگ شعبہ ہے منصب ہوتی ہے ذمہ داری عہدہ اور رسائی کسی دائرے تک یہ ہوتی ہے کوالیفیکیشن۔ عہدہ الگ ہوتا ہے اور کوالیفیکیشن ایک الگ شعبہ ہے۔

جہاں تک منازل کا تعلق ہے تو جس طرح آسمان زمین کو محیط ہے کہ سارا ایک زمین نہیں سارا فضائی کرہ جو ہے اس میں جتنے ستارے سیارے جتنی زمینیں جتنی اس میں خلقت ہے سب کو آسمان محیط ہے اس کے گردا گرد۔ اسی طرح عرش الٰہی ساتویں آسمانوں سمیت نچلی ساری کائنات کو محیط ہے بالائے عرش کا ہر دائرہ اپنے سے نچلے کو اس طرح محیط ہے حتیٰ کہ عرش کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے حدیث شریف میں بھی کہ عرش کے مقابلے میں آسمانوں زمینوں اور اس ساری کائنات کی حیثیت ایسی ہے جیسے کسی صحرا میں کوئی انگشتری پھینک دی جائے تو بالائے عرش جتنے دائرے چلتے ہیں وہ نچلی ساری کائنات کو اسی طرح محیط ہیں اور اگر کسی ایک دائرے میں بھی رہنمائی کے لئے شیخ نہ ہو یا عبور کرنے کے لئے شیخ نہ ہو تو ہزاروں زندگیاں نصیب ہو جائیں آدمی اس کی وسعت ہی میں کھویا رہتا ہے اسی میں چلتا رہتا ہے عالم امر میں چوبیسوں دائرہ ہے صد-یقیت دائرہ صد-یقیت جو بحیثیت کوالیفیکیشن ہے وہ چوبیسواں دائرہ ہے اب آپ اس کا اندازہ کر لیں کہ وہ کتنی منزلوں کتنے فاصلوں اور کتنے رفعتوں کے بعد ہے اور کائنات کی اس کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے لیکن کوالیفیکیشن میں یہ جو چوبیسواں دائرہ صد-یقیت ہے یہ منازل ولایت کی انتہا ہے اس پر ولی اللہ کے منازل ختم ہو جاتے ہیں لیکن منازل اس سے آگے چلتے ہیں وہ منازل ہیں ولایت نبوت کے ولایت

نبوت وہ حال ہے جو نبی کو بعثت سے پہلے نصیب ہوتا ہے جہاں اولیاء اللہ کی ولایت ختم ہو جاتی ہے وہاں سے ولایت انبیاء علیہم السلام شروع ہوتی ہے ولایت انبیاء علیہم السلام میں جانا ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی ملازم شاہی محل میں جاتا ہے وہ رہائش بادشاہ کی ہوتی ہے وہ اس کی ملکیت نہیں بن سکتا لیکن بادشاہ کا خادم ہونے کی حیثیت سے وہ اس کے جہاں تک اس کی ڈیوٹی یا نوکری ہوتی ہے وہاں تک وہ جاتا ہے دھوبی اپنی حد تک باورچی اپنی حد تک لباس کا اہتمام کرنے والا اپنی حد تک اس طرح ہر شعبے کا جو بندہ ہے وہ اس محل میں اپنی حد تک بلا روک ٹوک جاتا ہے اس لئے کہ وہ شاہ کا ملازم ہے تو ولایت انبیاء علیہم السلام میں اولیاء اللہ کو جو رسائی نصیب ہوتی ہے وہ عطاہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی وابستگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھ لے جانا ہو گا۔ باتباع نبیؐ نصیب ہوتا ہے چوبیسواں دائرہ جو ہے یہ انتہا ہے ولایت کی عالم امر سے پہلے دائرے سے تو عرش کے اوپر جو پہلا دائرہ ہے عالم امر کا اس سے لے کر چوبیسواں دائرہ انتہا ہے اور پچیسویں دائرے سے لے کر چھیالیس تک اوپر دائرے چلتے ہیں چھیالیسواں جو ہے وہ ولایت انبیاء علیہم السلام کی انتہا ہے اس سے آگے انبیاء علیہم السلام کے ذاتی منازل شروع ہو جاتے ہیں جس میں کوئی امتی قدم نہیں رکھتا بیشتر صحابہ کا ولایت انبیاء علیہم السلام میں ان کا مقام تھا۔ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حجاب الوہیت میں فوت ہوئے یہ ولایت انبیاء کے بھی تین حصے گزر جاتے ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو اس سے کوئی ایک سال یا کچھ کم عرصہ پہلے آپ ولایت انبیاء علیہم السلام کے چھیالیسویں دائرے میں داخل ہوئے تھے اور جب حضرت کا وصال ہوا تو اللہ کی عطا سے اور حضرت کی توجہ کے طفیل میں اس وقت چوالیسویں دائرے میں تھا ان دائرہ کے نام میں اس لئے نہیں لیتا کہ سننے والا نام سن کر تو دعویٰ کر سکتا ہے تعداد میں نے بتا دی جو دعویٰ کرے گا وہ ان کی کیفیات اور وہاں کے حالات اور اس کے نام بتائے گا تو پتہ چلے گا کہ اس کا گزر وہاں ہے میں نے صرف ضمنی تعداد بتادی نا۔ اب یہ اللہ کریم کی اپنی عطا ہے کسے وہ کیا دیتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ ہے کہ آدمی جتنا دیوانہ سا یا مغلوب الحال ہو جائے یوں کہہ لیجئے اسے ہم کامل سمجھتے بلکہ سب سے کامل وہ ہوتا ہے جس کے پاس وہ منازل تو ہوں لیکن وہ زیادہ نارمل ہو جائے زیادہ عام آدمی کی طرح ہو جائے یہ سب سے مشکل کام ہے یہ وہ حال ہے جو انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتا ہے اور منازل سے مغلوب ہو جاتا یہ ہر آدمی ہو اترتا ہے لیکن کوئی کوئی ایسا ہوتا ہے کسی پر اللہ کی اتنی کرم نوازی ہوتی ہے کہ ان منازل کے ہوتے ہوئے عام زندگی گزارتا ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک اتنی عام تھی کہ ہر آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا مکلف ہے ایک گڈریا ایک چرواہا ایک ان پڑھ ایک مزدور سب مکلف ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں اس کا مطلب ہے کہ بہت ہی عام تھا طریقہ حیات مبارکہ کا اور منازل

ء بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

جتنی منازل میں بلندی تھی اتنی ظواہر میں زندگی عام تھی یہ سب سے مشکل ہوتا ہے یہ مسئلہ تو حل ہوا کہ جو صدیقیت میں الجھاؤ پیدا ہو رہا تھا وہی منازل ولایت کی بات ہے نہ ہمارے باپ کی جاگیر ہے نہ ان پر کوئی دعویٰ کر سکتا ہے اللہ کی عطا ہے جسے چاہے دے منازل میں بندے کا کمال نہیں ہوتا اس کی اپنی عطا ہوتی ہے کیونکہ منازل از قسم ثمرات ہیں اور ثمرات ہمیشہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں آپ زمین میں ہل چلا سکتے ہیں بیج ڈال سکتے ہیں اس کی نگہداشت کر سکتے ہیں پانی دے سکتے ہیں لیکن فصل اگانا فصل پر پھل لگانا اسے پکانا یہ آپ کے میرے بس میں نہیں ہے پھل اس کی طرف سے ہوتا ہے ہم جو محنت کرتے ہیں

چاہئے کرتے ہیں ہل چلانے والی بات ہے کاشت کرنے والی بات ہے اب اس سے کتنی فصل اُگتی ہے اس پہ کتنا پھل لگتا ہے یہ اس کا اپنا کام ہے کس کو کتنا دیتا ہے یہ اعتراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا تھا کہ اللہ کو اگر اتنی بڑی منزل اتنا بڑا مقام دینا ہی تھا تو ا رجل من قریتین عظیم کے الفاظ آتے ہیں قرآن حکیم میں کہ مکہ مدینہ کے بڑے شہروں میں سے کسی عظیم آدمی کسی بڑے سردار کو دیا ہوتا جس کی پہلے ہی دھاک بندھی ہوئی ہوتی لوگ اس کی بات مانتے تو اللہ کریم نے اس کا بڑا خوبصورت جواب ارشاد فرمایا تھا

اھم یقسمون رحمت ربک تیرے رب کے خزانوں کو بانٹنے کے یہ ذمہ دار ہیں جس کی رحمت ہے وہ جسے چاہے نوازے یہ کون ہوتے ہیں یہ بات کرنے والے کہ اس کو ملتا اس کو نہ ملتا۔

تو یہ جو منازل ولایت ہیں یہ بھی اللہ کی عنایت ہیں اپنی پسند سے بانٹتا ہے ہو سکتا ہے ہم ایک آدمی کو بالکل پسند نہیں کرتے اللہ اسے کرتا ہے ہو سکتا ہے ہم ایک آدمی کو بہت محبوب رکھتے ہیں اور اللہ اسے رکھتا ہے یا نہیں رکھتا کیونکہ اللہ ہماری پسند کا محتاج نہیں ہے اب اسی ضمن میں یہ سوال بھی آ گیا کہ یہ جو جولائی کے شمارے میں لکھا ہے ناصر کا مضمون ہے تو اس میں یہ جملہ کہ مجھے اللہ نے جو منصب دیا ہے وہ نہ پہلے کسی کے پاس تھا اور نہ شاید بعد میں بھی کسی کو ملے۔ الفاظ کس طرح لکھے گئے یا ان سے کیا سمجھنے والے نے سمجھا لیکن حق یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ناصر صاحب کا مشاہدہ تھا جو انہیں فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا اس کی تعبیر ہے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے بات ایسی نہیں ہے بات یہ ہے کہ جو انہیں مشاہدہ ہوا اس کی تعبیر لکھی۔ وہ غلط بھی ہو سکتا ہے صحیح بھی ہو سکتا ہے کسی ولی کی ولایت کو ماننا شرط ایمان نہیں ہے نبی کی نبوت کو ماننا شرط ایمان ہے اور ولی کی ولایت پر کما حقہ ایمان لانا یہ شرط ایمان نہیں ہے کوئی مانے نہ مانے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی صحت پر۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک مشاہدات و مکاشفات کا تعلق ہے ان میں کوئی ایسا نظام پھر نظر نہیں آتا کہ کسی ایک وجود یا ایک قلب کے ساتھ پوری دنیا کے قلوب کو وابستہ کر دیا جائے یہ پہلے نہیں ہوا تاریخ کو ہر ایک سمجھتا ہے تاریخ تصوف میں یہ پہلے نہیں ہوا اور بعد کی بھی سمجھ یوں آتی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ سے استفادہ کرنے والے لوگ کم و بیش ہر ملک میں اس قابل ہو جائیں کہ وہ وہاں بیٹھ کر وہاں کے لوگوں کو اللہ اللہ کرا سکیں اور یوں بات پھر بہت سے لوگوں میں تقسیم ہوتی جائے کام شاید اس سے زیادہ ہو محنت شاید اس سے زیادہ ہو فائدہ شاید اس سے زیادہ ہو محنت شاید اس سے زیادہ ہو فائدہ شاید آج کی نسبت زیادہ ہو لیکن آج دلی کیفیت جو ہے شاید اس کی ضرورت ہی نہیں رہے گی جہاں تک فضیلت کا تعلق ہے تو جزوی فضائل میں اعتراض نہیں ہوتا جزوی فضائل ایسے ہوتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کو کسی ایک شعبے میں بہت ہی برکات دے دی جاتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ سارے لوگوں پہ افضل ہو گیا نہیں اس شعبے میں اسے وہ درجہ دے دیا گیا جیسے صحابی صحابی ہے کوئی غیر صحابی صحابی کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا لیکن ہو سکتا ہے ایک غیر صحابی نے صحابی کی نسبت زیادہ نوافل پڑھے ہوں کسی ایک شعبے میں وہ ان سے زیادہ اس نے کام کیا ہو ہو سکتا ہے کسی صحابی کی نسبت غیر صحابی نے بہت سا جہاد کیا ہو۔

اب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شاعر تھے بارگاہ نبوت کے نعت خوان تھے انہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے احد پر تو یہ خندق پر تو تمام خواتین کو بچوں کو ایک قلعے میں ایک حویلی میں اکٹھا کر کے ان کے ساتھ انہیں چھوڑ گئے کہ یہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں گے وہ لڑائی سے بڑے گھبراتے تھے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں عمر رسیدہ تھیں انہوں نے دیکھا کہ قلعے کی دیوار سے باہر

کوئی یہودی گزر رہا ہے تو انہوں نے بلا کر فرمایا کہ حسان اس یہودی کی خبر لو یہ جا کر دوسرے یہودیوں کو بتائے گا کہ یہاں صرف عورتیں اور بچے ہیں ممکن ہے وہ ہمیں پریشان کریں اور وہ ہم پر حملہ کر دیں یا لوٹنے کی کوشش کریں تو جو لوگ خندق میں ہیں وہ ادھر توجہ کریں گے یا ان کے ساتھ لڑنے کو آئیں گے ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی اب تو کسی کو نہیں پتہ کہ اندر کیا حال ہے لیکن یہ یہودی جو گزر رہا ہے یہودیوں کے بھی دوسری طرف الگ قلعے تھے تو انہیں بتائے گا تو انہوں نے کہا پھوپھی اماں مجھ سے لڑنے والا کام نہیں ہوتا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک لمبا سارا سانس لیا گلی میں اتر کر اس یہودی پر حملہ کر دیا اسے گرایا اسے مار دیا وہ قتل ہو گیا واپس آئیں اور فرمایا کہ میں عورت ذات ہوں میں اس کی زرہ اس کا اسلحہ اتارنا پسند نہیں کرتی تم جا کر اس کی زرہ وغیرہ تو اتار لاؤ۔ تو وہ کہنے لگا مجھے تو مردے کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈر آتا ہے وہ اپنی زرہ سمیت ہی پڑا رہے میں نہیں جاتا۔ یعنی لڑائی کے دوران میں ان کا مزاج ایسا تھا لیکن کیا کوئی غیر صحابی بڑے سے بڑا جری جرنیل فاتح عالم صلاح الدین ایوبی بن جائے تو ان کا مقابلہ کر سکتا ہے وہ صحابی ہیں اور بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول و محبوب صحابی ہیں اور وہ صحابی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھا کرتے تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہتے اس کے جواب میں کفار کی ہجو کہہ کر بھیجا کرتے تھے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول شاعر ہیں تو ان کا مقام جو ہے وہ اپنا ہے لیکن ایک فضیلت میں کسی جزوی فضیلت میں کوئی دوسرا ان سے زیادہ کام کر سکتا ہے تو یہ جو جزوی فضائل ہوتے ہیں ان میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا کوئی بھی آدمی کسی دوسرے سے ایک شعبے میں زیادہ کام کر سکتا ہے مجموعی طور پر کون افضل ہے اور کون زیادہ کس پر اللہ کا کرم زیادہ ہے تو وہ مقرب ہے تو میرے خیال میں تو اس نے جو سمجھا بظاہر جو تجزیہ میں نے کیا ہے اس میں تو وہ صحیح نظر آتا ہے لیکن اس سے کوئی اصرار بھی نہیں اللہ قادر ہے شاید اس سے بھی کوئی بڑی صورت حال پیدا کر دے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کر دے اور پوری کائنات کے مسلمانوں کے دل ایک مسلمان کے ساتھ دھڑکیں۔

سوال۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اس پر انہوں نے سوال کیا کہ زیارت کیسے ہو؟

جواب۔ یہ تو اللہ کی مرضی لیکن بہر حال ہو گی اتباع سے ہی اطاعت سے ہی ہو گی مخالفت سے تو نہیں ہو گی۔

سوال۔ دوسری بات انہوں نے کی اصل کام کا سوال یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے روحانی بیعت سے مشرف ہوں تو کیا وہ زیارت کے زمرے میں آتا ہے جب کہ بیعت کے وقت بھی دیدار کے شرف سے محروم رہا؟

جواب۔ خواب کی زیارت اور حصول فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ان میں رات اور دن سے زیادہ فاصلہ ہے خواب کی زیارت کے لئے روح کی استعداد کی شرط نہیں کہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں جا سکے ایک ایسا آدمی جس کا قلب بھی جاری نہیں اللہ چاہے تو خواب میں اسے زیارت کرا دے لیکن فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ نصیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روح میں اتنی قوت اتنے انوارات اتنی اس میں کیفیات ہیں کہ روح بارگاہ نبوت میں حاضر ہو سکتی ہے تو یہ اس سے بہت کروڑوں کروڑوں درجہ قوی اور مضبوط صورت حال ہے۔ لیکن جس طرح یہ فرمایا گیا کہ امید کی جا سکتی ہے کہ خواب میں زیارت کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہو اس سے کروڑوں گنا زیادہ امید کی جا سکتی ہے کہ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والے کا خاتمہ ایمان پر ہو بلکہ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو راسخ ہو جاتا ہے تو ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں ایسے صوفی گزرے ہیں کہ جب وقت آیا موت کا تو بھی ان

کی روح جنہیں دوام حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو جاتا ہے تو موت کے وقت بھی ان کی روح تو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی فرشتہ روح گرفتار کر کے نہیں لے جاتا بلکہ روح کا تعلق حیات دنیوی سے منقطع کر دیتا ہے کیونکہ وہاں سے پکڑ کے لے جانا اس کی استطاعت نہیں بتا دیتا کہ بار الہا روح فلاں جگہ تھی آپ طلب فرما لیجئے اس کا پچھلا کام میں نے کر دیا ہے۔

سوال۔ اگلا سوال ہے کہ اکثر ساتھی کہتے ہیں کہ ذکر شروع کرنے سے پہلے حضرت سے رابطہ کیا جائے یہ کیسے ممکن ہو جب کہ کشف بھی نہ ہو؟

جواب۔ جسے کم از کم فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے اگر ذکر کرنے سے پہلے وہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو تو انہیں خبر ہو جاتی ہے کیونکہ شروع میں وہ قوت پرواز ہوتی ہے لیکن نہ کرے تو ضروری بھی نہیں کہ ازخود جب بھی آپ ذکر کریں گے تو وہ رابطہ ہے منازل کا وہ از خود پورے سلسلے کی توجہ کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے

سوال۔ اگلا سوال یہ ہے کہ غلام احمد پرویز صاحب نے سورۃ فتح کے ترجمہ اور تشریح میں **انا فتحنا لک فتحا مبینا** میں اس میں ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیاں معاف کر دیں اب یہ دل نہیں مانتا انہوں نے ثابت کیا مختلف تاویلوں سے وہ غلطیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند درجات کی وجہ سے کہی گئی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطا تھے **لیغفر لک اللہ من ذنبک ما تقدم وما تاخر** کے الفاظ آتے ہیں کہ اللہ معاف کر دے تاکہ اللہ معاف کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ گناہ جو پہلے تھے یا بعد میں ہوں۔

جواب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ایک قانون ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق اسی قسم کی جو باتیں آئی ہیں ان سے اسم فاعل کا صیغہ نکالنا حرام ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام نے کہا **لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین** اس میں اسم فاعل بنے گا ظالم لیکن انہیں ظالم کہنا جائز نہیں یہ ان کی ان کے رب کی بات ہے وہ اپنا عجز اپنی نیاز مندی اپنے مالک کے حضور پیش کر رہے ہیں دوسرا کوئی کرے گا تو اس کا ایمان جاتا رہے گا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اجیر کا لفظ استعمال ہوا ہے یا ابت استاجر اجیر اس غلام کو کہتے ہیں جس کا کوئی ایک خاص شعبہ نہ ہو مثلاً" ایک مالی ہے ایک باورچی ہے ایک خاکروب ہے ان کا ایک ایک شعبہ ہے اجیر وہ خادم ہو گا جس سے ہر ضرورت کا کام لیا جا سکے مالی غیر حاضر ہے تو اس سے مالی کا کام لے لو باورچی نہیں ہے تو اسے اس کام پہ لگا دیا جائے یا کوئی خاکروب نہیں ہے تو اسے کہا جائے کہ صفائی کرو جھاڑو دو یعنی اس کا کوئی شعبہ نہیں ہوتا اجیر وہ غلام ہوتا ہے جس سے مالک جو کام چاہے لے لے اسے کوئی اعتراض نہیں ہوتا ایسے غلام کو اجیر کہتے ہیں اب یہاں معاملہ ہے یا ابت تاجر۔ اے ابا انہیں آپ ملازم رکھ لیجئے انہیں اجیر رکھ لیجئے لیکن اس سے اسم فاعل بنا کر موسیٰ علیہ السلام کو اجیر کہنا حرام ہے اسی طرح سے قرآن حکیم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے اسم فاعل کا صیغہ نکالنا بھی حرام ہے ایک بات تو یہ ہو گئی اب دوسری بات یہ ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وسلم ساری انسانیت کے نبی اور رسول ہیں اسی لئے کہ تمام نبیوں کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور پہلی امتیں گزر چکی ہیں ان سب امتوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی----

کہ تم اپنے ہر ماننے والے کو یہ بتاؤ گے کہ میرے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم آنے والا ہے اس کا یہ شان ہے تو یہ ان کے ایمان کا جزو تھا کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانیں پہلی امتیں اپنے نبیوں کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیں ہیں اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیں اب کسی بہت بڑے بیرسٹر کو یہ کہہ دیتا کہ ہم نے آپ کے سارے مقدمے بری کر دیے یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ بیرسٹر چوریاں کرتا رہا

ہے شاید وہ بے شمار چوروں کا بیرسٹر تھا شاید وہ بے شمار خطا کاروں کا وکیل تھا شاید وہ بے شمار لوگوں کی طرف سے عدالت میں پیش ہوا تھا اور عدالت نے کہہ دیا کہ آپ کے سارے مقدمے بری کرتے ہیں تو اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ بے شمار خطاکار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت گزار ہیں دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہتے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت ان سے خطائیں بھی ہوتی ہیں تو رب کریم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جن کی قلبی وابستگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ان سے جو چھوٹی موٹی خطائیں ہو گئی ہیں اس کو ہم نے چھوڑ ہی دیا ان کو معاف کر دیا۔۔۔ تعبیر ہے نا ایک۔ لیکن اگر اللہ کریم فرمائیں حضور صلی اللوہ علیہ وسلم بھی میرے بندے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ایسی بات سرزد ہو سکتی ہے جو مجھے پسند نہ ہو لیکن میں اس کو ناپسند نہیں کرتا میں نے معاد کر دیا تو یہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے اس میں میں اور آپ دم نہیں مار سکتے نہ ہماری عقل کی وہاں تک رسائی ہو گی تو آپ عام فہم کرنے کے لئے دوسری تعبیر سمجھا کریں تاکہ ہر آدمی کی بات سمجھ میں آ جائے۔

سوال۔

جواب۔ تو میں نے شاید کسی اگلے دن بھی یہی کہا تھا کہ کسی زندہ سے بات بنا مراقبے میں اس کے لئے تو ایمان بھی شرط نہیں یہ تو کوئی اگر ارتکاز توجہ بھی کر لے وہ بھی کر سکتا ہے اگر کسی کا قلب جو ہے وہ اس طرح وابستہ ہو تو کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔

سوال۔ تو یہ جو کسی نے لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ ذکر کرتا ہوں تو مراقبات ثلاثہ یا سیر کعبہ کے بعد غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔

جواب۔ تو یہ کثرت توجہ سے ہوتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں لطائف میں کوشش کی جائے کہ غنودگی نہیں آنی چاہئے مراقبات میں آ جائے تو کوئی حرج نہیں اسے آدمی روک نہیں سکتا اور وہ ترقی کو مانع نہیں ہوتی بلکہ جتنی غفلت جسم سے ہوش سے آتی ہے اتنے مراقبات میں قوت زیادہ ہو جاتی ہے لطائف چونکہ مجاہدہ ہیں ان میں غنودگی نہیں آنی چاہئے۔

سوال۔ ایک اہل اور کامل شیخ یا مرشد کا بحیثیت روحانی گائیڈ کے کیا فنکشن ہے۔ کیا وہ صرف اور صرف بیعت اور ذکر کروانے پر مامور ہوتا ہے؟

جواب۔ شیخ کامل کا کام طالب کو دینی تعلیم سے آشنا کرنے کے ساتھ اس کے دل میں نیکی پر عمل کرنے کی طلب پیدا کرنا اور برائی سے اجتناب کی کیفیت پیدا کرنا ہے تاکہ اس کا مغز ظلمت سے نور کی طرف شروع ہو جائے اور یوں بندہ ہر لحہ بہتری کی طرف بڑھتا رہے۔

سوال۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے تصور شیخ مسئلہ پیش ہوا تو آپ جوش میں آ گئے کئی سال تک امداد کی تصویر یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصویر میرے قلب میں رہی میں نے کوئی کام حاجی صاحب سے پوچھے بغیر نہیں کیا حالانکہ حضرت صاحب مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے میں ہندوستان میں ہوتا تھا پھر اس قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر رہی بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھے میں نے کوئی کام نہیں کیا پھر فرمایا آگے بھی کہہ دوں آگے بھی کہہ دوں آگے بھی کہہ دوں پھر خاموش ہو گئے ظاہر ہے اب اللہ کا نام لینے والے تھے۔

جواب۔ یہ جو انہوں نے تصویر کہہ دیا یہ محض بتانے کے لئے کہہ دیا بات یہ ہے کہ ہر سلسلہ سلوک میں سب سے پہلے رابطہ شیخ سے کرایا جاتا ہے جب وہ مضبوط ہو جاتا ہے تو پھر اسی رابطے پر بنیاد رکھی جاتی ہے فنا فی الرسول کی یہ صرف واحد سلسلہ عالیہ ہے جس میں سے تصور شیخ اور رابطہ بالشیخ سے نکال کر براہ راست فنا فی الرسولؐ تک لے جانے کا کام کیا گیا ہے باقی تمام سلاسل میں یہی ہوتا ہے اور یہ جو انہوں نے تصویر کہی اس سے مراد وہ قلبی رابطہ ہے۔

صقارہ کالج لاہور
تعارف

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آج کے مادہ پرستی کے دور میں معاشرے کے موجودہ تنزل پذیر حالات اور بہت سے تعلیمی اداروں کے کاروباری ماحول میں صقارہ نظام تعلیم یقیناً" ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہے۔ یہ ایک مخلصانہ کاوش ہے کہ جدید علوم کی تدریس کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی تعلیم کو یوں ہم آہنگ کیا جائے کہ فارغ التحصیل طلباء علمی۔ جسمانی اور روحانی تربیت کے اعتبار سے نمایاں حیثیت کے حامل ہوں۔ ہم طلباء کو معاشرہ اور موجودہ تعلیمی ماحول کے منفی اثرات سے بچانا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد ہے کہ ہمارے فارغ التحصیل طلباء تعلیمی ڈگری کے ساتھ ساتھ ضروری دینی تعلیم سے بھی مزین روشن خیال مسلمان اور محب وطن پاکستانی ہوں۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کریں۔

صقارہ کالج لاہور 1990ء سے اسی مقصد کے تحت ایک مشنری جذبہ کے ساتھ قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ الحمدللہ یہ کالج رجسٹرڈ اور لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی سے الحاق شدہ ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ آپ بھی ان مقاصد کے حصول میں تعاون فرمائیں اور اپنے اور اپنے عزیزوں و دوستوں کے بچوں کو صقارہ کالج میں داخل کروائیں۔ ہمارے ہاں فرسٹ ایئر (آرٹس و سائنس) اور تھرڈ ایئر (آرٹس و جنرل سائنس) میں داخلہ ہو گا۔ آپ کے مطالعہ کے لئے کالج کے بارے میں ایک تعارفی خاکہ دیا جا رہا ہے۔

نام

لغت میں عربیہ کے مطابق "صقر" شاہین کو کہتے ہیں۔ اور صقارہ اس کی جمع ہے گویا صقارہ کالج اقبالؒ کے شاہینوں کا مسکن ہے۔

پس منظر

صقارہ نظام تعلیم کے پہلے ادارہ "صقارہ اکادمی" منارہ ضلع چکوال کا افتتاح اس وقت کے صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے ہاتھوں 19 جنوری 1987ء کو ہوا اور یکم ستمبر 1990ء کو ملک کے نامور عالم، روحانی پیشوا، دانشور، مصنف اور انجمن دارالعرفان کے سربراہ جناب ملک محمد اکرم اعوان نے صقارہ کالج لاہور کا افتتاح فرمایا۔ 1992ء سے سال سوم (بی۔ اے) کی کلاسز کا اجراء ہوا۔

مقصد قیام

صقارہ کالج کا مقصد صقارہ نظام تعلیم کی اس طرح عملی ترویج ہے کہ فارغ التحصیل طلباء تعلیمی ڈگری کے ساتھ دینی تعلیم سے بھی مزین، روشن خیال مسلمان اور محب وطن پاکستانی ہوں۔ جو زندگی کے مختلف شعبوں میں مثالی منتظم، ڈاکٹر، انجینئر، سپاہی اور سب سے بڑھ کر اچھے اور مفید شہری ہوں۔

فیکلٹی

تمام مضامین کے لئے کوالیفائیڈ' تجربہ کار اور باصلاحیت اساتذہ موجود ہیں۔

عمارت

موجودہ عمارت ادارہ کی اپنی ملکیت ہے' نئی وسیع اور شاندار عمارت پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون سے زیر تکمیل ہے۔ **اویسیہ** ہاؤسنگ سوسائٹی کے اندر کالج کا کشادہ کیمپس ہے جس میں ہاسٹل کی علیحدہ کشادہ اور آرام دہ عمارت بھی واقع ہے۔

امتیازی خصوصیات

○ یہ کالج ایک غیر کاروباری (نان کمرشل) فلاحی ادارے انجمن دارالعرفان کی سرپرستی اور **اویسیہ** کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ مالی منفعت مقصد قیام نہیں۔

○ کالج کے قیام کے ساتھ ہی اقامتی سہولتوں کا اہتمام ترجیحی بنیادوں پر کیا گیا ہے۔ تا کہ ہوسٹل میں قیام پذیر طلباء کو ایک پاکیزہ اور صحت مند ماحول مہیا کیا جا سکے۔ جس میں قابل اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیمی مشاغل جسمانی تربیت اور شعائر اسلام کی پابندی کا اہتمام کیا جائے۔

○ خصوصی دینی تعلیم اور اسلامی تعلیمات پر مبنی کردار سازی کا اہتمام۔

○ شہر سے باہر کھلی' اور صاف ستھری اور آلودگی سے پاک فضا۔

○ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے منصوبوں میں سے ایک اہم منصوبہ۔

○ اعلیٰ سطحی اقوام متحدہ کے تعلیمی شعبہ کی معائنہ ٹیم کا فروری 1992ء کا کالج کے معائنہ کے بعد خراج تحسین۔

○ زمانہ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کمپیوٹر کی لازمی تعلیم۔

○ جسمانی تربیت میں مارشل آرٹس کی ترویج۔

○ ہر قسم کے سیاسی و نیم سیاسی مشاغل سے احتراز

○ لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق ملٹری سائنس کے مضمون کی تعلیم۔

○ NCC کی لازمی فوجی تربیت۔

○ آرمڈ فورسز میں کمیشن اور دوسرے مقابلے کے امتحانات کے لئے خصوصی رہنمائی۔

تعلیمی نصاب

○ آرٹس گروپ

(۱) ڈگری کلاسز۔ لازمی مضامین کے علاوہ شماریات۔ معاشیات' عربی' تاریخ' اسلامیات اور سیاسیات

○ انٹرمیڈیٹ۔ لازمی مضامین کے علاوہ معاشیات' اسلامیات' عربی' شماریات' تاریخ' شہریت اور ملٹری سائنس

○ جنرل سائنس گروپ۔

○ ڈگری کلاسز۔ لازمی مضامین کے علاوہ حساب (جنرل) شماریات معاشیات

○ انٹر میڈیٹ۔ لازمی مضامین کے علاوہ حساب' شماریات اور معاشیات

○ سائنس گروپ (انٹرمیڈیٹ)

پری انجینئرنگ۔ حساب' طبیعات' کیمیا

پری میڈیکل۔ حیاتیات طبیعات' کیمیا

گوشوارہ اخراجات (واجبات بوقت داخلہ)

انٹرمیڈیٹ (آرٹس)

	غیر اقامتی	اقامتی
1- ٹیوشن فیس ماہانہ (لاگو عرصہ کے لئے)	400 روپے	400 روپے
2- اخراجات طعام و قیام		1000 روپے ماہانہ
3- رجسٹریشن فیس	125.00 روپے	125 روپے
4- داخلہ فیس	500.00 روپے	500 روپے
5- بلڈنگ فنڈ	1000.00 روپے	2000 روپے
6- زر ضمانت (قابل واپسی)	500.00 روپے	1000 روپے
7- فیس امتحانات	300.00 روپے	300 روپے
8- لازمی کمپیوٹر کورس فیس	1500.00 روپے	1500 روپے
9- متفرق فنڈز (ایک ماہ)	100.00 روپے	100 روپے

انٹرمیڈیٹ سائنس (پری انجینئرنگ و پری میڈیکل)

بی اے، بی ایس سی (جنرل سائنس)

1- ٹیوشن فیس (لاگو عرصہ کے لئے)	450 روپے ماہانہ	450 روپے ماہانہ
2- سائنس فنڈ	50 روپے	50 روپے

3- بقیہ تمام واجبات اوپر دیئے ہوئے گوشوارے کے مطابق ہیں۔

4- رجسٹریشن	250.00 روپے	250 روپے
5- کمپیوٹر کورس فیس	2000.00 روپے	2000 روپے

داخلہ کے بعد باقاعدہ ماہانہ اخراجات

1- ماہانہ ٹیوشن فیس
(اوپر دیئے گئے گوشوارے کے مطابق)

2- اخراجات قیام طعام ۔۔ 1000 روپے

3- متفرق فنڈز	غیر اقامتی	اقامتی
میڈیکل، سپورٹس، لائبریری، ویلفیئر اور ٹرانسپورٹ وغیرہ	100 روپے	100 روپے

محل وقوع

1- اکبر چوک ٹاؤن شپ لاہور ۔۔ [illegible] روڈ پر چار کلو میٹر کے فاصلے پر اویسیہ چوک (غازی [illegible]) اور اللہ والی ٹینکی کے ساتھ اویسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی میں واقع ہے۔

2- ویگن نمبر 4 کے آخری سٹاپ باگڑیاں چوک سے پہلے مسلم چوک سٹاپ سے 400 میٹر مغرب کی جانب۔

نوٹ۔ داخلہ کے خواہش مند طلباء، جو میٹرک کا امتحان دے چکے ہوں۔ فوری طور پر سادہ کاغذ پر بمعہ جوابی لفافہ درخواست ارسال کریں۔

پرنسپل صقارہ کالج

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد اکرم تمغہ بسالت
اے۔ ایف ڈبلیو سی، پی ایس سی
بی اے (آنرز) ایم۔ ایس سی
لاہور

رابطہ کے لئے 842998
5114128
5111758

دعائے مغفرت

حاجی محمد عثمان (آزاد کشمیر) کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے سب ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

BISE لاہور اور پنجاب یونیورسٹی سے الحاق شدہ

دینی اور دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج

پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون سے

ہوسٹل کی سہولت دستیاب ہے

صِفارہ کالج لاہور

اِقبال کے شاہینوں کا مسکن

داخلہ جاری

ایف اے - بی اے

ایف - ایس - سی

پری انجینئرنگ اور پری میڈیکل

- صحت مند پاکیزہ ماحول
- نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ کردار سازی پر خصوصی توجہ
- کمپیوٹر کی لازمی ٹریننگ
- جسمانی تربیت کے لیے مارشل آرٹس

محل وقوع
اکبر چوک ٹاؤن شپ سے کالج روڈ پر چار کلومیٹر کے فاصلے پر ادیسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی (اللہ والی ٹینکی) کے ساتھ
ویگن نمبر۔4 کے آخری سٹاپ باگڑیاں چوک سے پہلے مسلم چوک سٹاپ سے 400 میٹر مغرب کی جانب فون 842998

نوٹ: داخلہ کے خواہشمند طلباء جو میٹرک کا امتحان دے چکے ہوں فوری طور پر سادہ کاغذ پر معہ جوابی لفافہ درخواست ارسال کریں

تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقّی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجّہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عین تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السّلوک)

MONTHLY AL - MURSHED

Reg. No.L8607

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمدؐ اکرم اعوان کی دلکش تحریر
میں قرآنِ کریم کی ایک منفرد اندازِ تفسیر۔ کہ قرآنِ کریم
کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے۔
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔
اب تک چھ جلدیں چھپ چکی ہیں۔
آرٹ پیپر پر مجلّد اور آفسٹ پیپر پر غیر مجلّد دستیاب ہیں۔

اویسیہ کتب خانہ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
ٹاؤن شِپ۔ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770
Phone: 84490

www.QuranTafseer.net

الحمد للہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255